مؤلف

حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

ایوان حمد و نعت و منقبت سہروردیہ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل لاہور پاکستان
0300-8415162 - 0300-4472155

کرماں والا بک شاپ

یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اور علم سکھایا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم

(سورہ کہف : آیت ۶۵)

علم لدنی

مؤلف

حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
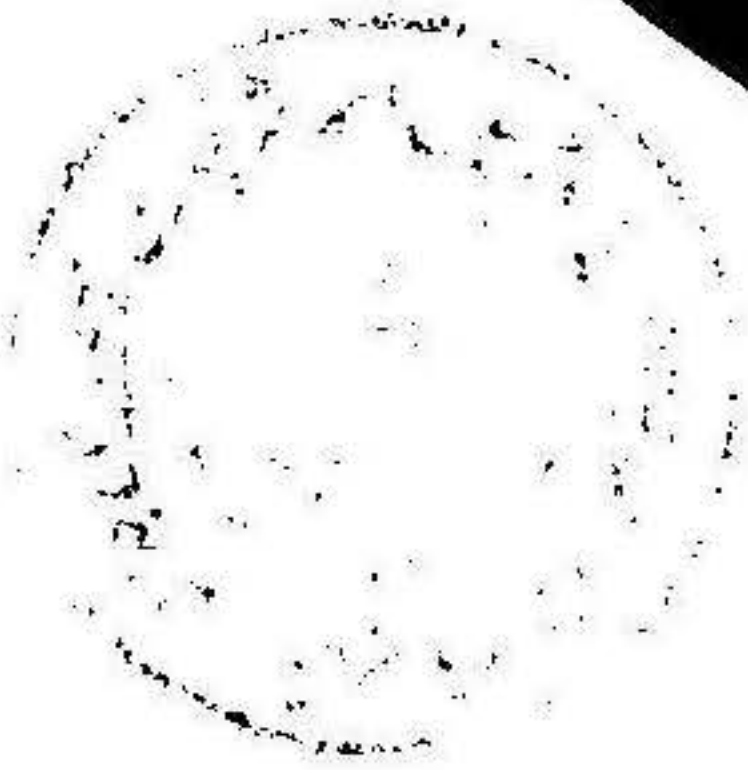
کرماں والا بک شاپ

دکان نمبر ۵
دربار مارکیٹ
لاہور

Voice: 042-7249515

0300-4306876 0307-4132690

شمس العارفین سراج السالکین قطب الاقطاب، پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
المعروف حضرت کرماں والے۔ آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف (اوکاڑہ)
84714
حضرت سید میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
زینت السادات، نور السادات، فخر السادات
حضرت سید
صمصام علی شاہ بخاری
جانشین حضرت
کرماں والا شریف
زینت السادات، نور السادات، فخر السادات
پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر سید
باباجی
میر طیب علی شاہ بخاری
سجادہ نشین
حضرت کرماں والا شریف
الحاج صوفی
برکت علی
زیر سرپرستی
الحاج پیر انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی
خلیفہ مجاز حضرت کرماں والا شریف
سمیع اللہ برکت
جملہ حقوق محفوظ ہیں
قیمت 170 روپے
اشاعت 5-01-2011
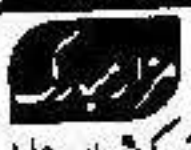
فہرست

عنوان	صفحہ
فہرست	3
عرض ناشر	4
انتساب	7
التجا بدرگاہ رب العلیٰ	8
حمد	9
حمد باری تعالیٰ	10
نعت	11
نعت سرور کائنات ﷺ	12
سبب تالیف	16
پیش لفظ	20
نعتیں	21
علم الٰہی کا ثبوت	23
ایک مغالطہ اور اس کا تدارک	32
دوسرا ثبوت	38
تیسرا ثبوت	39
چوتھا ثبوت	41
پانچواں ثبوت	44
چھٹا ثبوت	47
ساتواں ثبوت	48
قرآن مجید سے باطنی حسوں کا ثبوت	59
عقلی دلیل	69
اقسام وحی	73
ایک اعتراض	77
ثبوت الہام	79
حقیقت خواب	83
آنحضرت ﷺ کے خواب	89
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب	93
حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب	96
خواب کی قسمیں	99
اولیاء اللہ کے خواب	101
کفار کے خواب	105
ایک استفسار اور اس کا جواب	111
مقربین کی صحبت بھی ذریعہ حصول علم الٰہی ہے	115
آصف بن برخیا اور بلقیس کا تخت	119
چار ماہ کے بچے کی فراست	121
حقیقت کشف	131
تجلی	144
چند واقعات کشف	145
اشغال و افکار	150
بیعت	155
اہل قبور سے فیض حاصل کرنا	159
ذکر کشف الروح	160
ذکر کشف قلب	161
مراقبہ	161
وجد تواجد اور وجود	164
استخارہ	165
محبت و عشق	168
عشق حقیقی کی شناخت	170
عشق حقیقی کا نتیجہ	171
مثنوی	172
قصیدہ معراجیہ	174
اظہار تشکر	176

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

"وما ارسلنک الا رحمة للعالمین"

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ تمام مخلوق کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے موازنہ نہیں پا سکتا۔ جبکہ تمام مخلوقیں علوم ارضی نہیں پا سکتی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کس چیز سے جُنبش کے بجائے سکون اور قرار میں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوہ قاف سے سکون اور قرار میں ہے جس کی بناوٹ زمُرد کے پتھر سے واقع ہے۔ اور آسمان کی نیلی رواق اور نیلاہٹ کوہ قاف کا پرتو ہے۔

جس کی بلندی پانچ سو برس کا سفر ہے۔ اور کوہ قاف سے پہلے سات زمینیں مٹی سے بنی ہوئیں ہیں اور کوہ قاف کے آگے یعنی پار سات اور زمینیں ہیں جو سب کی سب مُشک سے بنائی گئی ہیں اور اس کے آگے سات زمینیں کافور سے بنی ہوئیں ہیں اور اس کے آگے سات زمینیں چاندی کی ہیں۔ بعدازاں ستر ہزار پرچم ہیں اور ہر پرچم کے نیچے ستر ہزار فرشتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد پھر کیا ہے؟ فرمایا اس کے بعد پھر اژدھا سانپ ہے۔ جو اتنا لمبا طویل ہے جس کی لمبائی دو ہزار سال کا سفر ہے اور یہ تمام جہان اس اژدھا سانپ کے حلقہ میں ہے۔

مزید فرمایا کہ مٹی کی بنی ہوئیں سات زمینوں میں سے پہلی زمین پر سب بنی آدم آباد ہیں اور اربعہ عناصر سے پیدائش رکھتے ہیں۔

نبی کی شان کریمی نہ ماننے والوں مجھے بس اتنا بتادو کہ کافری کیا ہے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اور پھر دوسری زمین پر پریوں کی دنیا آباد ہے۔ جو ایک مستقل مخلوق ہے۔ اس کے بعد تیسری زمین پر تمام ڈسنے والے جانور رہائش رکھتے ہیں۔ بعدازاں چوتھی زمین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں سب سانپ ہی سانپ رہا کرتے ہیں۔ پھر اس کے آگے پانچویں زمین ہے

جس میں سب دیوؤں کی مخلوق ہے (جس کے متعلق سنا جاتا ہے کہ یہ مخلوق دھواں سے پیدا کی گئی ہے)

چھٹی زمین پر سب شیطان رہتے ہیں اور ان کی اولادیں قیام پذیر ہیں۔ اور ساتویں زمین پر فرشتے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور ان زمینوں کے نیچے ایک گائے ہے جس کے چار سینگ ہیں۔ اور زمین کے ساتوں طبق ان سینگوں کے درمیان میں واقع ہیں اور وہ گائے ایک مچھلی کی پشت کے مہرے پر کھڑی ہے اور وہ مچھلی پانی پر ہے۔ جس کی گہرائی چالیس برس کی راہ ہے اور وہ پانی ہوا پر قائم ہے یعنی معلق ہے اور پھر ہوا اندھارے پر قیام کئے ہوئے ہے۔ اور وہ اندھاوا دوزخ پر قائم ہے اور دوزخ ایک آسمانی پتھر پر رکھی ہوئی ہے وہ پتھر ایک فرشتہ کے سر پر ہے اور وہ فرشتہ پھر ہوا پر کھڑا ہے اور وہ ہوا قادر مطلق ذات کی قدرت پر لٹکی ہوئی ہے اور قدرت اس کی غیر متناہی اور بے پایاں ہے پس اس قادر مطلق ذات کی کاری گری اور صنعت کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے جس نے تمام جہانوں اور ان میں سے تمام مخلوقوں کو تمام ذرہ ذرہ از ذرات کائنات ہائے تک اپنی رحمت کو پہنچانے اور فضل من اللہ کو سپلائی کرنے کے لئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ علم دیا اور بڑا کامل وسیلہ بنا کر اعزاز کا سہرا پہنایا اور ''رحمۃ للعالمین'' کے خطاب سے نوازا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ دینے والا ہیں اور میں تقسیم کرتا ہوں (فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کردار واخلاق، صفات واوصاف کے متعلق سوچنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو وراء الوراء ہیں۔ آپ کی آل پاک اور آپ کے ادنیٰ غلام کی شان کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

مُرشد کریم فخرُ السادات، زینتُ السادات، نورُ السادات، گنج کرم معدنِ الجود کرم اعلیٰ حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب پاکستان) ایک دفعہ بغداد شریف حاضر ہوئے تو تقریباً سات دن وہاں قیام کیا اور سات دن ہی محبوب سبحانی شیخ لامکانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر حاضری دیتے رہے اور ساتوں دن یہ عرض کرتے رہے کہ حضور پاکستان میں آپ کے گُن گاتے رہتے ہیں اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں اور جب اوکاڑوی صاحب ساتویں روز رات کو سوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ

ایک بہت بڑا لوگوں کا ہجوم تھا اور ایک تخت لگا ہوا تھا تخت پر ایک بڑے ہی نورانی چہرے والے بزرگ تشریف فرما تھے اور جب غور سے دیکھا تو وہ بزرگ ہستی حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تھے واپس پاکستان آ کر حضرت کرماں والا شریف حاضر ہوئے تاکہ حضرت کو سارا واقعہ بیان کروں۔ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو اوکاڑوی صاحب کے بتانے سے پہلے ہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولوی جی غوث پاک سرکار دی فیر رج رج کے زیارت کیتی۔

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دُنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا

پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ولایت شیخ المشائخ حضرت علامہ پیر سید ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث اور تصوف کی روشنی میں ایک مُستند تحریر "علم لدنی"، لکھی۔ میری دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑہاں رحمتوں کا نزول فرمائے اور آپ کے درجات مزید بلند فرمائے۔ آمین

اس کتاب کو دوبارہ پرنٹ کرنے کے لئے بلبل مدینہ الحاج پیر سید محمد فصیح الدین سہروردی دامت برکاتہم قدسیہ، محترم جناب سید سلیم شاہ سہروردی صاحب، محترم جناب کمال الدین سہروردی صاحب کی وساطت سے ادارہ "کرماں والا بک شاپ" کو سعادت حاصل ہورہی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے ہماری اس کاوش کو قبول فرما کر مزید قرآن وحدیث کی اشاعت کو عوام الناس تک پہنچانے کی توفیق بخشے۔

ادارہ نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ پر بہت توجہ دی ہے اگر کوئی لفظی غلطی رہ گئی ہو تو ادارہ کو مطلع کریں تاکہ اس کو درست کیا جاسکے ادارہ آپ کا حد درجے کا ممنون ہوگا۔

سمیع اللہ برکت

خادم درگاہ حضرت کرماں والا شریف
۱۰ محرم الحرام بروز جمعۃ المبارک
۱۸ دسمبر ۲۰۱۰ء

oooo

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

فقیر، حقیر و پر تقصیر اپنی اس ناچیز تالیف موسومہ بہ علم لدنی کو بصورت نذر عقیدت، بواسطہ حاجی الحرمین الشریفین، سید و مرشدی، امام السالکین حضرت خواجہ ابوالفیض سید قلندر علی شاہ صاحب قبلہ سہروردی رضی اللہ عنہ، آقائے نامدار رسول مختار، فخرِ موجودات، خلاصہ کائنات، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین، سید و سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند و بالا اور بے مثال دربار میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے اور ملتجی ہے کہ

گر قبول افتد زہے بخت و نصیب

☆=☆=☆

التجا بدرگاہ رب تعالیٰ

اے خدائے بزرگ و برتر تو اپنی ذات و صفات میں بے مثل و بے مثال ہے۔ تو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے ہر چیز تیرے قبضہ و اختیار میں ہے تمام عالم میں تیرا ہی حکم جاری و ساری ہے' تو بے پناہ قوتوں کا مالک ہے تیرے حضور میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ ایک ادنی سا ذرہ بھی تیرے حکم کے بغیر متحرک نہیں ہو سکتا۔

تیرا علم اور تیری حکمتیں جہاں بھر کو محیط ہیں' تیرے سامنے کسی کا ذکر و فکر کوئی حقیقت نہیں رکھتا' تیری بارگاہِ لایزل میں عاجزی و انکساری باریاب ہوتی ہے' اور کبر و نخوت راہ نہیں پاتی' تو جسے چاہے تخت و تاج بخشے اور جسے چاہے ذلت و رسوائی کے گڑھے میں دھکیل دے۔ جسے کہیں پناہ نہیں ملتی وہ تیرے دامن کرم میں پناہ حاصل کرتا ہے۔ جو دنیا کے دروازوں سے مایوس ہو جاتا ہے' تیرے دروازۂ لطف و عطا پر اس کی مایوسی دائمی شادمانی و کامرانی میں بدل دی جاتی ہے۔

اے مہا پاپیوں سے درگزر کرنے والے' سیاہ کاروں کو بخشنے والے' بدکاروں پر اپنی شان ستاری و غفاری سے متوجہ ہونے والے اور بھیک منگوں کی جھولیاں مرادوں سے بھرنے والے تیرا یہ حقیر و پر تقصیر بندہ عمل کی دنیا میں بالکل خالی اور کورا ہے' مگر لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔ کا سہارا لیتے ہوئے تیرے پر جلال دربار میں نہایت عاجزی و الحاح کے ساتھ عرض گزار ہے کہ میری دستگیری و رہنمائی فرما' میرے پاس علم کا کوئی سرمایہ نہیں' اور نہ مجھے عالم و فاضل ہونے کا دعویٰ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ محض جاہل و بے خبر ہوں' تو حکیم خبیر و علیم ہے کائنات کے ذرہ ذرہ میں تیرے ہی علم و حکمت کی شمعیں روشن ہیں تو نے اپنی طرف آنے والے کو کبھی نامراد نہیں پھیرا' میں بے بضاعت' ہاتھ خالی' تیرے آستانہ بلند و بالا پر بھیک مانگنے آیا ہوں۔ اپنے پیارے محبوب کونین کے سردار' حضور پر نور' شافع یوم النشور' سرکار دو عالم' باعث آدم و نبی آدم سید الابرار' رسول مختارِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مجھ عاجز پر اپنے علم اور اپنی حکمتوں کے دروازے کھول دے اور اس کتاب "علم لدنی" کے لکھنے کی توفیق مرحمت فرما' اسے اپنے حضور شرف باریابی بخش' اور اسے میری دینی و دنیاوی نجات کا ذریعہ بنا اور اس کے ہر قاری کا دل اپنے اور اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے جگمگا دے۔ اور علم لدنی سے سینوں کو معمور فرما دے۔ آمین یارب العالمین۔

بحرمت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

حمد باری تعالیٰ

میں گناہ گار شیوہ تیرا درگزر خالق دو جہاں تو کہاں میں کہاں
بندہ پرخطا پرکرم کی نظر مالک انس و جاں تو کہاں میں کہاں

تو ہے مومن مھیمن سمیع و بصیر تو معین حفیظ علیم و خبیر
میں ہوں محکم تو حاکم مقتدر مجھ کو بھی دے اماں تو کہاں میں کہاں

میں تیرا بندہ تو میرا معبود ہے ہر جگہ لحہ لحہ تو موجود ہے
سجدے کرتا رہوں میں تجھے عمر بھر تو ہو ورد زباں تو کہاں میں کہاں

تو رحیم و کریم و قدیر و لطیف میں اسیر و فقیر و ضعیف و کثیف
اے قوی رحم فرما میرے ضعف پر میں بڑا ناتواں تو کہاں میں کہاں

تجھ سے وابستہ ہرآرزو ہے میری شاخ امید ہو جائے میری ہری
ابر رحمت کا اس سمت بھی ہو گزر اے میرے مہرباں تو کہاں میں کہاں

تیری درگاہ میں ہے دعائے ریاضؔ جگمگا دے میری زندگی کی بیاض
نقش کر نام احمد میرے قلب پر ہو یہی حرز جاں تو کہاں میں کہاں

☆=☆=☆

حمد باری تعالیٰ

ہرطرح کی حمدوستائش کے لائق وہی ذات قدیم ہے جس کا نام پاک اللہ ہے اس کی صفات کا کوئی شمار نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ اس کی ذات کو فنا نہیں وہ تمام کائنات کا خالق اور بلا شرکت غیرے واحد مالک و مختار ہے جب کچھ نہیں تھا تو وہ تھا اور جب کچھ نہیں ہوگا تو وہ ہوگا۔

اس نے عدم کو وجود کا لباس پہنایا اور کن فرما کر نیست سے ہست کیا وہ ایک پوشیدہ خزانہ تھا جب اس نے چاہا کہ وہ پہچانا جائے تو اس نے مخلوق کو پیدا کیا اور سب میں انسان کو اشرف قرار دیا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیْم۔ (پارہ نمبر ۳۰ سورۃ التین: آیت ۴)

اور ولقد کرمنا بنی ادم کے تاج سے اسے نوازا اور اپنی معرفت کا سب سے بڑا نشان ٹھہرایا۔ ہر مخلوق یہاں تک کہ مٹی کا چھوٹا سا ذرہ بھی اس کی پہچان کا ایک آئینہ ہے۔

جملہ ذرات جہاں مرآت اوست
ہرچہ بینی مصحفِ آیات اوست

(خواجہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ عطار سہروردی)

کون ہے جو اس کی معرفت کا دعویٰ کرے؟ ماعرفناك حق معرفتك اور کون ہے جو اس کی عبادت کا مدعیٰ بنے؟ ماعبدناك حق عبادتك وہ تمام جہان کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر شے کی حقیقت کو خوب جانتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت کا ادراک کس کو ہو سکتا ہے اور کون اس کی کنہہ کو پہنچ سکتا ہے؟ اس میدان میں عقل بے عقل اور ہوش بے ہوش ہے۔

اے برتراز خیال و قیاس و گماں وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر
ماہچناں دراول وصف تو ماندہ ایم

(خواجہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سہروردی)

نعت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

میں کسی کے در پہ نہ جاؤں گا میرا آستاں کوئی اور ہے
میرے حال کی ہے کسے خبر میرا رازداں کوئی اور ہے

ہے وسیلے سارے ہی معتبر میں کسی کا منکر نہیں مگر
میرے اور رب کریم کے ہے جو درمیاں کوئی اور ہے

کسی کو کسی کی اماں ملی کسی کو کسی نے پناہ دی
میں بھی ہوں کسی کی پناہ میں میرا نگہباں کوئی اور ہے

یہ مکاں، یہ بنگلے، یہ کوٹھیاں، یہ میری پسند سے دور ہیں
وہ مکاں جو مجھ کو پسند ہے وہ میرا مکاں کوئی اور ہے

کسی اور کی کروں فکر کیوں ! کسی اور کا کروں ذکر کیوں!
جو میرے خیال میں رات دن ہے رواں دواں کوئی اور ہے

کسی دل میں دنیا کی جستجو کسی دل میں خلد کی آرزو
اے ریاضؔ دل میں مگر میرے وہ جو ہے نہاں کوئی اور ہے

☆☆☆☆

نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِائَۃَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّۃٍ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ ط

حضور اکرم، نور مجسم، شہنشاہ عرب وعجم، فخر آدم و بنی آدم، باعث ایجاد عالم، رسول مختار، سید الابرار، محبوب خدا، سرور انبیاء، خاتم النبین والمرسلین، رحمۃ للعلمین، سردار کل، ہادی سبل، نور ذات، مظہر صفات، خلاصہ کائنات، سیدنا ومولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کی مدحت سرائی کے لئے کس کو لب کشائی کا یارا ہوسکتا ہے۔ جب کہ خالق کائنات نے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ارشاد فرما کر اس کے ذکر وشان کو اتنا بلند کر دیا کہ وہ ہر آن رفعت واوج کی طرف اس طرح گامزن ہے کہ ایک قدم بھی پیچھے آنا اس کے لیے محال و ناممکن ہے۔ اگر تمام جہانوں کی مخلوق ہمیشہ ہمیشہ اس بلند و برتر ہستی کی تعریف و توصیف اپنا واحد نصب والعین بنا لے تو بھی ان ذات مقدس کے کمالات واوصاف میں ذرہ بھر بھی اضافہ نہیں کر سکتی، اور اگر خدانخواستہ اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دے تو اس کی بے پناہ خوبیوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوسکتی۔ حق تو یہ ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ جل مجدہ نے بفحوائے وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اپنی ہر نعمت اور اپنے ہر انعام کی اس طرح تکمیل فرما دی، کہ کوئی ایسی احتیاج باقی نہیں رکھی۔ جسے اپنی مخلوق کے ذریعہ سے پورا کرانا مقصود ہوتا۔

اس وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ نے اپنے محبوب کبریا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو استغنا کا وہ مرتبہ عطا فرمایا کہ آپ کی ذات مقدس سے اس کی شان بے نیازی کا ظہور ہونے لگا۔

دنیا کا بڑے سے بڑا انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال کی چوکھٹ پر عقیدت سے جھکا ہوا نظر آتا ہے' اور ان کے درجات کی بلندی اور مراتب و مقامات کا عروج دیکھ کر زبان حال سے یہ کہتا ہوا سنائی دیتا ہے۔

از مقام کبریا آگاہ دلم
وز مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم در حیرتم

(خواجہ رومی رحمۃ اللہ علیہ)

کہاں وہ نُورٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ اور کہاں یہ آب وخاک و بادو تار کا مجسمہ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار احسانات ہیں' اور سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت کے جامہ میں بھیجا' اور اس کی برکت سے انسان کو تمام مخلوقات میں شرف و مجد بخشا' اس نور معظم کو جامع بشریت میں اس بنا پر بھیجا گیا تا کہ اولاد آدم کما حقہ اس سے مانوس ہو اور اس کی روشنی میں ہدایت و معرفت الٰہی کی راہیں تلاش کر کے اپنے مقصود اصلی یعنی معبود حقیقی کی بارگاہ میں باریابی پائے' اور اسی غرض غایت کے پیش نظر جن وانس کو پیدا کیا گیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (ای لِیَعْرِفُوْن)

"یعنی نہیں پیدا کیا میں (خدا) نے جن وانس کو مگر اس لئے کہ وہ عبادت کریں (یعنی معرفت حاصل کریں)"۔

(پارہ نمبر ۲۷ سورۃ الذریت: آیت ۵۶)

حدیث قدسی میں ہے' رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاحببتُ ان اعرف فَخَلَقْتُ الْخَلق۔

"میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جب میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا"۔

اس حدیث پاک سے یہ ظاہر ہوا کہ مخلوق خالق کی پہچان حاصل کرنے کا ایک آئینہ ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ مخلوق میں سب سے اول محمد ﷺ کا نور مبارک معرض وجود میں آیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے اوّل ماخلق اللّٰہ نوری اور باقی مخلوق نور مصطفےٰ ﷺ سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی پس یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح معلوم ہوگئی کہ معرفت الٰہیہ کا سب سے بڑا اور موثر ذریعہ رسول ﷺ کا وجود باوجود ہے۔

حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے عرفان باری تعالیٰ کے حصول کے لئے ایک آسان ترین اصول وضع فرمایا اور ارشاد کیا مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو پہنچانا اس نے اپنے رب کو جانا اس سے سہل اور زودرس راستہ کا اختیار کرنا ناممکن ہے کیا۔ عجب بات ہے کہ انسان کو عرفان حق کے لیے کسی دوسری طرف نظر دوڑانے کی ضرورت نہیں، وہ اپنے ہی وجود پر اتنا غور و فکر کرے کہ اسے اپنے اندر معرفت ذات کے جلوے نظر آنے لگیں اور یہ کمال اس وقت حاصل ہوسکتا ہے کہ خدا کو تلاش کرنے والا معرفت الٰہیہ کے سب سے بزرگ اور سب سے زیادہ موثر ذریعہ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن کرم سے وابستہ رہے تاکہ اس پر نفس کی حقیقتوں کا انکشاف ہو اور اسی انکشاف میں سے اسے اپنے معبود حقیقی کا پتہ مل جائے۔

اللہ تعالیٰ کے ہر انعام پر اس کا شکر بجالانا واجب ہے، بندوں پر اس کا سب سے بڑا انعام عطائے ذات مصطفےٰ ﷺ ہے، اس بزرگ ترین انعام کا شکریہ ادا کرنے کے لئے انسان کو چاہئے کہ خود کو آنحضرت ﷺ کی ثناء خوانی و نعت خوانی کے لیے وقف کردے، اسی میں رب العزت جل شانہٗ کی خوشنودی اور اس کی اپنی نجات کا راز مضمر ہے، مگر یہ یاد رہے کہ آداب رسالت پورے طور پر ملحوظ خاطر رہیں کیونکہ یہاں ادنیٰ سی بے احتیاطی اور ذرا سی غفلت اعمال صالح کے اکارت ہوجانے کا سبب بن جایا کرتی ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ

كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ط

(سورۃ حجرات پارہ ۲۶: آیت ۲)

باخدا دیوانہ باش و با محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوشیار

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِهٖ
كَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَآلِهٖ

☆☆☆☆☆

سبب تالیف

کچھ عرصہ ہوا میرے ایک دوست محمد عنایت صاحب قادری پروپرائٹر قادریہ لیدر اسٹور عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے بعد از فراغت نماز انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں دینی مسائل پر مشتمل کوئی کتاب لکھوں' وہ خود اس کی کتابت و طباعت کے مصارف محض فی سبیل اللہ برداشت کریں گے۔ اس پرفتن دور میں اشاعت اسلام کے لیے جناب محمد عنایت صاحب کے اس جذبہ ایثار سے میں بے حد متاثر ہوا اور میں نے ان کی فرمائش کو اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر قبول کرلیا۔ مولا کریم عنایت صاحب کو دارین میں ظاہری و باطنی خیر و برکت سے مالا مال فرمائے۔

چند روز تو اس پر غور ہوتا رہا کہ کس موضوع پر کتاب لکھی جائے؟ بالا آخر رب تعالیٰ نے مدد فرمائی اور یہ طے پایا کہ کتاب کا نام علم لدنی رکھا جائے اور اسی ایک مسئلہ پر قرآن و حدیث اور تصوف کی روشنی میں کچھ لکھا جائے۔ موجودہ زمانیمیں جب کہ ہر طرف مادہ پرستی کا دور دورہ ہے اور عوام اسباب کے بندھنوں میں کچھ اس طرح جکڑتے جا رہے ہیں کہ ان کے اور مسبب کے درمیان بُعد بڑھتا چلا جا رہا ہے' اور یہ دوری اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان کی نظر میں جو کچھ ہے وہ سبب ہے اور سبب کے بغیر ایک قدم بھی اٹھانا محال و ناممکن ہے۔ حالانکہ سبب ذاتی طور پر نہ نافع ہے نہ ضار' نفع اور نقصان مسبب کی مرضی سے ہے لہٰذا جو کچھ ہے وہ مسبب ہے' اور سبب اس کے حکم سے موثر ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں:

از مسبب می رسد ہر خیر و شر
نیست اسباب و وسائط را اثر

(خواجہ رومی رحمۃ اللہ علیہ)

زمانہ حال میں علم سائنس کی کرشمہ سازیاں اظہر من الشمس ہیں اور سائنس زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہو چکی ہے۔ میرے نزدیک سائنس وہ علم ہے کہ جس کے ذریعہ سے اشیاء کی حقیقت معلوم کی جاتی ہے۔ گویا سائنس کے معنی ہیں تحقیق تو اس تحقیق کی اجازت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

(پارہ نمبر ۲۵ سورۂ جاثیہ: آیت ۱۳)

وَخَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ط (پارہ نمبر ۱ سورۂ بقرہ: آیت ۲۹)

رب العزت کے ارشادات میں' جب زمین وآسمان کی ہر چیز انسان کے مفاد کے لئے پیدا کی گئی ہے تو اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِق الاشیاء کَمَا ھِیَ۔ کے تحت حقیقت اشیاء کا معلوم کرنا ازبسکہ لازمی وضروری ہو گیا اور یہی معلومات حاصل کرنے کا نام سائنس ہے۔ پس نفس سائنس کے مخالفت کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ اگر اس کو ناجائز رکھا جائے تو قرآن کائنات پر غور وفکر کی جو دعوت دیتا ہے وہ معاذ اللہ بیکار ہو کر رہ جاتی ہے۔

دور حاضر میں حقیقت اشیاء کے معلوم کرنے کے تمام طریقوں کا انحصار مادی قوتوں پر ہے' مادی قوتوں اور ان کے ذریعہ طرح طرح کے انکشافات نے انسان کو اتنا مغرور کر دیا ہے کہ وہ قوتوں کے خالق اللہ جل شانہٗ سے ہی منہ موڑ بیٹھا اور تباہی کے گڑھے میں جا پڑا۔ اس لئے کہ اس پر یہ انکشاف نہیں ہوا کہ مادی قوتیں فی الحقیقت کوئی چیز نہیں' اصل طاقت ان قوتوں کے خالق و مالک رب تبارک وتعالیٰ کی ہے۔ جس نے ان قوتوں کو موثر بنایا۔ حقیقت الاشیاء معلوم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ علم لدنی ہے۔ جس میں ہینگ لگے نہ پھٹکری اور کام چشم زدن میں ہو جائے۔ علم لدنی کی طاقت اسباب کی محتاج نہیں' عالم علم لدنی دی اسباب کے گورکھ دھندوں میں دل نہیں پھنسا' اس کے پاس اسباب ضرور ہوتے ہیں۔ مگر مادہ سے بالکل الگ تھلگ اور یہ اسباب' اسے مسبب سے بے نیاز نہیں ہوتے' بلکہ جوں جوں تحقیق کا دروازہ کھلتا جاتا ہے' اتنا ہی وہ مسبب کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی

نظر میں سبب بذاتہ موثر نہیں بلکہ اس کے پیچھے کوئی اور طاقت ہے جو ذاتی طور پر موثر ہے۔

عارف رومی کا ارشاد ہے:

دیدہ باید سبب سوراخ کن
تاحجب را بر کند از بیخ و بن

آنکھ وہ ہے جو سبب پر فریفتہ ہو کر نہ رہ جائے' بلکہ سبب کے اندر سوراخ کرتی اور حجابات کو بیخ و بن سے اکھاڑتی ہوئی' مسبب تک جا پہنچے' یہ سعادت علم لدنی کی برکت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

آج کل عوام کا سو فیصدی رجحان علم دنیا حاصل کرنے کی طرف ہو رہا ہے تاکہ دنیا خوب کمائی جائے اور عیش و عشرت میں زندگی گزاری جائے۔ ان کا خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ انسان صرف اس لئے پیدا ہوا ہے کہ اچھا کھائے اچھا پہنے اور ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرے' اور ان مقاصد کے حصول کے لیے ہر ممکن ذریعہ اختیار کیا جائے قطع نظر اس کے کہ وہ جائز ہے یا ناجائز' ان کے یہاں خدا شناسی کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اسلام دنیا کمانے کے خلاف نہیں۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا بیٹھو اسلام لَارَهبانِيةَ فِي الإِسْلَامِ کا اعلان کرتا ہے۔ اسلام انسان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر یہ کہتا ہے کہ یہ دنیا تیرے لئے ہے' اس کو موت سے پہلے خیر باد کہنا درست نہیں یہاں کی ہر چیز صرف تیرے لئے پیدا کی گئی ہے' اگر تو ان سے فائدہ نہیں اٹھائے گا اور ان سے کٹ کر الگ ہو جائے گا۔ تو تو نے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ دنیا بے کار اور باطل ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے پیدا کرنے والے نے حاکم بدہن غلطی کی کہ ایک ایسی چیز پیدا کر دی جس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا اسلام دنیا میں رہنے اس کو حاصل کرنے اور فائدہ اٹھانے کا پورا پورا حق دیتا ہے۔ مگر ساتھ یہ فرماتا ہے کہ اس دنیا کو حصول آخرت کا ذریعہ بناؤ۔ دنیا میں اتنے منہمک نہ ہو جاؤ کہ یہ انہماک تمہیں خالق دنیا سے بے تعلق کر کے تباہ و برباد کر دے۔

اسلام فرماتا ہے کہ دنیا خوب کماؤ لکھ پتی اور کروڑ پتی ہو جاؤ۔ اچھا کھاؤ۔ اچھا پہنو

اور اچھے مکانوں میں رہو' اطمینان اور آرام کی زندگی بسر کرو' مگر یاد رکھو یہ دنیا تمہارے لیے ہے اور تم خدا کے لیے ہو۔ تمہیں دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ یہاں کی ہر شے سے خالق دنیا کا سراغ لگانے کی کوشش کرو۔ اور اسے معرفت الہیہ کا ذریعہ بناؤ۔ دنیا کو اپنانا اور خالق دنیا سے بیگانہ ہو جانا کہاں کی ہوش مندی ہے؟ خالق دنیا کا پتہ لگانا اور اس کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرنا ہی انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے۔ اور اس مقصد عظیم کے حصول کے لیے ایسی روشنی کی ضرورت ہے جو خدا شناسی کی راہوں کو اجاگر کرتی چلی جائے۔ اور سالک کو منزل مقصود پر پہنچادے۔ یہ روشنی دنیاوی علم سے نہیں بلکہ علم لدنی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور علم لدنی اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنے سے ملتا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ہر کہ خواہد ہمنشینی بے خدا
گو نشیند در حضور اولیاء

ان خیالات کے پیش نظر کتاب علم لدنی کے لکھنے کا ارادہ ہوا۔ بارگاہ رب العزت میں اس کے پیارے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اپنے فضل خاص سے اس کتاب کی تکمیل فرمائے۔ اسے شرف قبولیت بخشے' اور عامتہ الناس کے لیے سود مند اور اس عاجز و خاکسار کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے آمین یارب العالمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محتاج کرم

سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

☆=☆=☆

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

'علم لدنی' حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف پر معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہرودی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ ابوالفیض سید قلندر علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ حیات میں ہوئی۔ حضرت قلندر علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ سید ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کاوش کو زبردست خراج تحسین پیش کیا تھا۔ حضرت علامہ ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی تھا کہ علم لدنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے مرشد حضرت خواجہ ابوالفیض سید قلندر علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض ہے علم لدنی کتاب ہر اس شخص کے لئے شمع ہدایت ہے جو ہدایت کا متلاشی ہے اور روحانی بالخصوص تصوف کے ذریعہ عشق الٰہی اور عشق رسول کی راہ کا مسافر ہے۔ علم لدنی وہ کتاب ہے جو ایک عاشق کو عشق الٰہی اور عشق رسولؐ کی چاشنی بخشتی ہے۔ یہ کتاب انسان کو رب کی معرفت کا راستہ دکھاتی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت میں سید سلیم شاہ سہروردی الحسینی، سکندر ایوب سہروردی الحسینی، کمال الدین سہروردی الحسینی اور کرماں والا بک شاپ کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں۔

طالب دعا

سید محمد فصیح الدین سہرودی (نعت خواں)

31 جولائی 2010ء لاہور پاکستان

☆=☆=☆

نعت شریف

پیامِ خالق بنامِ خلقت لیے جو خیر الانام آئے
ہر اک قدم پر خدا کے اُن پر دَرُود آئے سلام آئے

خدا ہے معطی بدستِ قاسم ہر اک کے دامن کو بھر رہا ہے
ہمیشہ ان کے درِ کرم پر خواص آئے عوام آئے

رسول سارے ہی بیت مقدس میں مقتدی بن کے منتظر تھے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو سب پکارے امام آئے

نبی کی صورت میں اپنی رحمت خدا نے بھیجی ہے اس جہاں میں
ہر اک کو ہے احتیاج ان کی بنانے سب کے وہ کام آئے

نویدِ جنت ملے گی اُن کو خدا کی جانب سے حشر کے دن
لگاتے نامِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ جو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام آئے

کسی نے یہ غیب سے ندا دی رچے گی گھر گھر جہاں میں شادی
اُٹھو کرو ہر طرف منادی وہ ایسا لے کر نظام آئے

ریاض محبوب رب کا بننا بس اس حقیقت پہ منحصر ہے
بڑے ادب سے تیری زباں پر حبیب باری کا نام آئے

☆☆☆

نعت شریف

ہے علمِ لدنی سے منور تیرا سینہ یا شاہِ مدینہ
یہ عرشِ الٰہی ہے ترے قرب کا زینہ یا شاہِ مدینہ

دنیا کی کوئی خوشبو اسے راس نہ آئی اور من کو نہ بھائی
جس نے بھی تیرے جسم کا سونگھا ہے پسینہ یا شاہِ مدینہ

ہو لب پہ تیرا نام اجل آئے اسی دم مٹ جائے ہر اک غم
اس موت میں پوشیدہ ہے جینے کا قرینہ یا شاہِ مدینہ

تجھ سے ہے جسے عشق وہ قسمت کا دھنی ہے ہاں ہاں وہ غنی ہے
الفت ہے تری رحمت باری کا خزینہ یا شاہِ مدینہ

سورج میں چمک تیری قمر تجھ سے ہے روشن تاروں کا تو جوبن
چمکا دے میرے دل کا بھی بے نور نگینہ یا شاہِ مدینہ

سیلاب گناہوں کا بڑے زور سے آیا خطرے میں ہے نیا
اے میرے کھویا کہیں ڈوبے نہ سفینہ یا شاہ مدینہ

ادنی تیرا چاکر ہے ریاضِ دلِ خستہ دے اس کو بھی رستہ
محتاجِ کرم کرم دیر سے ہے تیرا کمینہ یا شاہِ مدینہ

☆☆☆

84714

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اَهْلِبَیْتِ وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَامْجَادُ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اِتْبَاعِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ سَیْلَتِنَا اِلَیْكَ فِی الدَّارَیْنِ ○

علم الٰہی کا پہلا ثبوت

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ كَلَامِهِ الْقَدِیْمِ وَخِطَابِهِ الْعَظِیْمِ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا ، اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○ (پارہ ۱۵، سورۃ کہف)

”پس پایا ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی، اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔“

اس آیہ کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ، ان کے حواری، اور حضرت خضر علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں حضرت خضر علیہ السلام کو ایک خاص علم کے دیئے جانے کا ذکر ہے، اور سکھایا ہم نے اس (خضر علیہ السلام) کو اپنے پاس سے ایک علم، من لدنا سے صاف ظاہر

ہے کہ وہ ایک ایسا علم ہے جو رب تعالیٰ کے سکھائے بغیر سیکھا نہیں جا سکتا۔

علم آں باید کہ آی از خدا
در درون انبیاء و اولیاء

(خواجہ رومی رحمۃ اللہ علیہ)

علم وہ ہے کہ جو براہ راست بغیر کسی واسطہ کے رب تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہو اور یہ انبیائے علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کا خاص حصہ ہے۔

صاحب کشف الاسرار نے لکھا ہے کہ یہ علم جاننے والا محقق ہے جو کچھ پاتا ہے وہی زبان پر لاتا ہے' فتوحات میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ نے علماء کے ایک گروہ سے فرمایا کہ ''تم نے مردہ سے مردہ علم لیا اور ہم نے اس زندہ (خدائے تعالیٰ) سے علم لیا جو کبھی نہ مرے گا''۔

حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''خزائن العرفان'' میں اسی آیت کریمہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ ''علم لدنی سے مراد غیوب کا علم ہے' جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہو' اس کی مکمل تفصیل ان شاء اللہ اپنی جگہ پر آئے گی۔ اور فرد افرداوہ تمام ذرائع زیر بحث آئیں گے کہ جن کے توسط سے علم لدنی حاصل ہوتا ہے۔

تفسیر حسینی میں ہے کہ ایک دفعہ رب تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ والسلام سے فرمایا کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے۔ جسے علم خاص (علم لدنی) کی وجہ سے خصوصیت بخشی گئی ہے' آپ اپنے مصاحب کو لے کر وہاں جائیں اور ان سے ملاقات کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم یوشع بن نون جوان کی خدمت وصحبت میں رہتے اور آپ سے علم اخذ کرتے تھے۔ ساتھ لیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مجمع البحرین کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب مقام مذکور پر پہنچے تو ایک صاحب سے ملاقات ہوئی یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے' انہی کی طرف اشارہ کیا گیا تھا' اور یہ ہی علم خاص (علم لدنی) سے نوازے گئے تھے' اللہ کریم' فرماتے ہیں:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○ (پارہ ۱۵، سورۂ کہف: آیت ۶۵)

"تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندا پایا' جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی' اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے' تو دیکھا کہ وہ تکیہ لگائے منہ پر کپڑا لگائے بیٹھے ہیں' آپ نے سلام عرض کیا' حضرت خضر علیہ السلام نے منہ سے کپڑا اٹھا کر جواب دیا اور فرمایا! تو کون ہے؟ جواب ملا کہ میں بنی اسرائیل کا نبی موسیٰ ہوں۔ حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی صحبت اختیار کروں اور آپ سے کچھ سیکھوں!

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا! جو شخص یہ کہے کہ میں صاحب شریعت پیغمبر ہوں وہ کسی سے کیونکر کچھ سیکھے گا! مطلب یہ تھا کہ جب آپ "موسیٰ علیہ السلام" صاحب شریعت نبی ہیں تو آپ کو کچھ سیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہا گیا کہ جو رسول جس قوم کی طرف آیا ہے اور جو علم کہ اپنے ساتھ لایا ہے' فروع واصول میں وہ اس کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو، اور جو علم اس قبیل سے نہ ہو اس کے متعلق کچھ حاصل کرنا شان نبوت کے خلاف نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ؕ

ترجمہ: "کہا اس (خضر علیہ السلام) سے موسیٰ (علیہ السلام) نے کیا میں تمہارے ساتھ رہوں' اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی"۔ (پارہ نمبر ۱۵ سورۃ الکھف: آیت ۶۶)

ثابت ہوا کہ انسان کو ہمیشہ طالب علم رہنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ○ وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ

تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝
(پارہ نمبر ۱۵ سورہ کہف: آیت ۶۸،۶۷)

"کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے، اور اس بات پر کیسے صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں"۔

حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرمانا کہ آپ میرے ساتھ ٹھہر نہ سکیں گے اور میری باتوں پر صبر نہ کر سکیں گے، اس بناء پر تھا کہ وہ جانتے تھے کہ آپ جب امور منکرہ وممنوعہ دیکھیں گے تو صبر نہ کر سکیں گے" اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے منکرات دیکھ کر صبر کرنا ناممکن ہے۔ اور ساتھ ہی اس کی وجہ یہ بیان کر دی کہ میرے ساتھ رہنے میں ایسا بھی ہوگا کہ آپ بعض باتیں کچھ اس قسم کی دیکھیں گے جو آپ کے نزدیک منکرات میں سے ہوں گی اور آپ کے علم نے ان کا احاطہ نہیں کیا ہوگا تو آپ ان پر صبر نہیں کر سکیں گے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر میں جن باتوں کا منکرات ہونا بیان کیا ہے ان کا تعلق علم ظاہری سے ہے، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے، اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا کہ جو میں نہیں جانتا۔

مفسرین ومحدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لیے خاص کیا وہ علم باطن ومکاشفہ ہے اور اہل کمال کے لیے یہ باعث فضل ہے، چنانچہ وارد ہوا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز اور اعمال وغیرہ کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت نہیں، بلکہ ان کی فضیلت علم باطن اور علم اسرار کی بنا پر ہے۔ جو ان کے سینہ میں ہے، اس بنا پر جو افعال صادر ہوں گے وہ از روئے حکمت صادر ہوں گے اگرچہ علم ظاہر کے نزدیک خلاف واقع ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝

(پارہ نمبر ۱۵ سورہ کہف: آیت ۶۹، ۷۰)

''کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے' اور میں تمہارے کسی کام کا خلاف نہیں کروں گا' کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا' جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں''۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تاکید کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اگر آپ میری مصاحبت میں رہنا چاہتے ہیں تو اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر مجھ سے کوئی امر بظاہر خلاف واقع ہو اور آپ کو برا معلوم ہو تو جب تک میں اس کی حقیقت کو خود ظاہر نہ کروں' آپ اس کی وضاحت کے لیے مجھ سے سوال تک نہ کریں۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شاگرد اور مرشد کے آداب میں یہ داخل ہے کہ شاگرد اپنے شیخ اور مرشد کے افعال پر زبان اعتراض نہ کھولے' بلکہ انتظار کرے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرمائیں۔

حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جب یہ معاہدہ طے پا گیا تو دونوں ایک سمت چل پڑے اور یوشع بن نون ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے' یہاں تک کہ یہ سب ایک کشتی میں سوار ہو گئے' حضرت خضر علیہ السلام نے بسولے یا کہاڑے سے کشتی کا ایک تختہ یا دو تختے اکھاڑ ڈالے' مگر پانی کشتی میں داخل نہ ہوا' حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر بول پڑے اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا کیا آپ نے تختے اس لئے اکھاڑ ڈالے کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو' بے شک آپ نے یہ ایک بری بات کی' حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا! کیا میں نے نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھ سے بھول ہو گئی ہے' آپ اس بھول پر میری گرفت کر کے میرے کام میں مشکلیں نہ ڈالیں' یعنی اگر آپ بھول چوک پر بھی محاسبہ کرتے رہے تو جس مقصد کے لئے میں نے آپ کی مصاحبت اختیار کی ہے۔ اس کے حصول میں رکاوٹیں حائل ہو جائیں گی۔ حضرت خضر علیہ السلام یہ سن کر خاموش ہو گئے اور سفر جاری رکھا' یہاں تک کہ یہ حضرات ایک گاؤں میں پہنچے' گاؤں کے باہر کچھ لڑکے کھیل رہے تھے' ان میں ایک بہت خوبصورت لڑکا تھا جس کا قد سرو کی طرح تھا' وہ جوانی کی ابتدائی منزل میں تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو

علیحدگی میں بلایا اور ایک دیوار کے پیچھے لے کر جا کر قتل کر دیا یا گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت حضر علیہ السلام نے ایک خوبصورت لڑکے کو بغیر کسی وجہ کے قتل کر دیا ہے تو فرمایا:

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ط

ترجمہ: "کیا آپ نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دی' بے شک تم نے بہت بری بات کی۔" (پارہ نمبر ۱۵ سورۃ الکہف: آیت ۷۴)

حضرت حضر علیہ السلام نے فرمایا کہ! "میں نے شروع ہی میں آپ سے کہہ دیا تھا کہ آپ میری باتوں پر صبر نہیں کر سکیں گے' اور بات بات پر اعتراض کریں گے!"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس کے بعد اگر میں آپ سے کسی بات کے متعلق خود بخود کچھ دریافت کروں تو آپ کو حق ہوگا کہ آپ میرا ساتھ چھوڑ دیں' اس لئے کہ آپ نے مجھے مصاحبت میں نہ رکھنے کے لیے جو عذر کیا ہے وہ پورا ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں حضور اکرم' نور مجسم' صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا میرے بھائی موسیٰ (علیہ السلام) پر رحمت فرمائے کہ انہوں نے از راہ شرم فلا تصاحبنی (مجھے مصاحبت میں نہ رکھنا) کہا' اگر صبر کرتے اور اپنے مصاحب کے ساتھ دیر تک رہتے تو عجیب چیزیں دیکھتے۔

چنانچہ حضرت حضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ ایک گاؤں میں آئے' یہاں انہوں نے گاؤں والوں سے کچھ کھانا طلب کیا مگر گاؤں والوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا' ایک روایت میں ہے کہ گاؤں والے شام ہوتے ہی شہر کا دروازہ بند کر لیتے اور پھر صبح تک کسی کے واسطے نہ کھولتے' دونوں پیغمبر جب یہاں پہنچے تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا' گاؤں والوں نے شہر کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ جوان حضرات کے بار بار کہنے پر بھی نہ کھولا گیا۔ دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ اچھا اگر تم دروازہ نہیں کھولتے تو ہمارے لئے کھانا ہی لا دو' کہ ہم مسافر ہیں اور بھوکے ہیں۔ مگر گاؤں والوں نے کھانا لانے سے بھی انکار کر دیا کہ ان حضرات نے گاؤں کے باہر تمام رات بھوکا ہی رہ کر گزار دی۔ اور

صبح ہوتے ہی یہاں سے روانہ ہوگئے۔ اس گاؤں کے نواح میں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو ایک طرف کو جھکی ہوئی گرنے کے قریب تھی' حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو درست کردیا اور پتھر اور گارے سے اس کی جڑ مضبوط کردی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر فرمایا! بستی والوں نے ہماری کچھ مدارت نہیں کی یہ ہماری حاجت کا وقت ہے' ایسی حالت میں ان کا کام بنانے پر ان سے اجرت لینا مناسب تھا۔

یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۔

''یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے' اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر بتاؤں گا' جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا''۔ (پارہ نمبر ۱۶ سورۂ الکھف: آیت ۷۸)

فرمایا سنئے وہ کشتی جو تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی اور وہ دس بھائی تھے۔ ان میں سے پانچ تو اپاہج تھے جو کچھ نہیں کر سکتے تھے اور پانچ تندرست تھے جو معاش حاصل کرنے کو ملاح گیری کرتے تھے انہیں واپسی میں ایک ایسے بادشاہ کی سرحد سے گزرنا تھا' جس کے طریق کار سے یہ لوگ واقف نہ تھے' اس بادشاہ کا یہ دستور تھا کہ ثابت کشتیوں کو زبردستی چھین لیا کرتا تھا' اور عیب دار کشتیوں کو چھوڑ دیا کرتا تھا۔ میں نے ان کی کشتی کے تختے اکھاڑ کر اسے اس لیے عیب دار کردیا کہ بادشاہ ہتھیا نہ سکے اور کشتی ان غریبوں کے قبضے ہی میں رہ جائے اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے' ہمیں یہ خوف لاحق ہوا کہ لڑکا اپنی سرکشی اور اپنے کفر کے سبب انہیں بھی کفر و سرکشی میں مبتلا نہ کردے۔ اس لیے کہ اولاد کی محبت بعض اوقات والدین کے لئے موجب طغیان و کفران ثابت ہوسکتی ہے! حضرت خضر علیہ السلام نے محض شبہ کی بنیاد پر ایسا نہیں کیا بلکہ علم الٰہی (علم لدنی) کی روشنی میں انہیں اس امر کا یقین تھا کہ لڑکے کے والدین اپنی شفقت کی بناء پر ضرور اس سے موافقت کریں گے اور کفر و سرکشی کا شکار ہوجائیں گے۔ حدیث مسلم ہے کہ یہ لڑکا کافر ہی پیدا ہوا تھا لہٰذا حضرت خضر علیہ السلام

نے اس کے باطن کا حال معلوم کر کے اسے قتل کر دیا۔

حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا حضرت خضر علیہ السلام کے لئے خاص تھا، انہیں اس کی اجازت تھی۔ لیکن اگر کوئی ولی اللہ کسی بچے کے ایسے حال پر مطلع ہو تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔

تفسیر خزائن العرفان میں عرائس کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ "جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ تم نے ایک ستھری جان کو قتل کر دیا' تو انہیں یہ گراں گزرا اور انہوں نے اس لڑکے کا کندھا توڑ کر' اس کا گوشت چیرا' تو اس کے اندر لکھا ہوا تھا' کافر ہے کبھی اللہ پر ایمان نہیں لائے گا۔"

حضرت خضر علیہ السلام نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا "پس ہم نے چاہا کہ رب تعالیٰ اس لڑکے کے عوض اس کے والدین کو نہایت مہربان سلوک کرنے والا بہتر اور ستھرا بچہ عطا فرمائے۔"

بہتر اور ستھرا سے مراد یہ ہے کہ وہ بچہ گناہوں اور نجاستوں سے پاک ہو اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور اچھا برتاؤ کرنے والا ہو۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک لڑکی عطاء فرمائی جو ایک نبی کے نکاح میں آئی اور اس سے ستر نبی پیدا ہوئے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے گرتی ہوئی دیوار کو مرمت کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا "وہ دیوار یتیم بچوں کی تھی' اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا' اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا' آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور خود اپنا خزانہ نکالیں۔"

اگر اس گرتی ہوئی دیوار کو مرمت کر کے سیدھا نہ کیا جاتا تو وہ دیوار ضرور گر جاتی اور اس طرح وہ چھپا ہوا خزانہ ظاہر ہو جاتا' اور لوگ لوٹ کر لے جاتے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کی مرمت کر کے مضبوط کر دیا' تاکہ گرنے نہ پائے اور خزانہ محفوظ رہے اور وہ یتیم بچے ان کا نام حرم اور حریم تھا' سن بلوغ کو پہنچے ان بچوں

کے باپ کا نام کاسخ تھا اور وہ ایک صالح مرد تھا۔ رب تبارک وتعالیٰ نے اس صالح کی برکت سے اس کے یتیم بچوں کے مال کی حفاظت فرمائی تا کہ وہ بڑے ہوکر اپنا خزانہ خود حاصل کرلیں۔

تفسیر حسینی میں ہے کہ وہ خزانہ سونے چاندی سے بھرا پڑا تھا بعض نے کہا کہ اس میں علمی کتابیں تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں ایک سونے کی تختی تھی اس کے ایک طرف لکھا ہوا تھا۔ اس کا حال عجیب ہے جسے موت کا یقین ہو اس کو خوشی کیونکر ہوسکتی ہے؟ اسکا حال عجیب ہے جو قضا وقدر کا یقین رکھے' اس کو غصہ کس طرح آسکتا ہے؟ اس کا حال عجیب ہے جسے رزق کا یقین ہو وہ کیونکر مشقت میں پڑ سکتا ہے اس کا حال عجیب ہے جسے حساب کا یقین ہو وہ کیسے غافل ہوسکتا ہے؟ اس کا حال عجیب ہے جسے دنیا کے زوال وتغیر کا یقین ہو' وہ کیونکر مطمئن ہوسکتا ہے؟ اور اس کے ساتھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔

اس تختی کی دوسری جانب یہ عبارت لکھی تھی۔ ''میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں' میں یکتا ہوں میرا کوئی شریک نہیں' میں نے خیر وشر پیدا کی' اس کے لیے خوشی ہے' جسے میں نے خیر کے لیے پیدا کیا' اور اس کے ہاتھوں پر خیر جاری کی' اور اس کے لئے تباہی ہے جس کو میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر شر جاری کی۔''

غرض حضرت خضر علیہ السلام کے ہر واقعہ کی تشریح بیان کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ؕ

ترجمہ: ''اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم (مرضی) سے نہیں کیا' یہ حقیقت ہے ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔'' (پارہ نمبر۱۶ سورۃ الکھف: آیت ۸۲)

یہاں حضرت خضر علیہ السلام نے اس امر کی پوری وضاحت کردی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اچھی طرح یقین دلایا کہ کشتی کے تختوں کو اکھاڑنا۔ کھیلتے ہوئے لڑکے کو قتل کردینا اور

گرتی ہوئی دیوار کو مرمت کر کے سیدھا کرنا یہ سب باتیں میں نے مرضی اور اپنے حکم سے نہیں کیں بلکہ ایسا بامر الٰہی و بالہام خداوندی کیا گیا۔ یعنی جو کچھ ہوا وہ خدا تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم سے ہوا۔

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ وہ ولی ہیں۔ اگر نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی اور اپنا حکم ان پر بذریعہ وحی نازل فرمایا۔ اور اگر ولی ہیں تو امر الٰہی اور مرضی خدا ان پر بذریعہ الہام کشف ہوئی۔ وحی اور الہام علم لدنی کے حاصل کرنے کے ذرائع میں شامل ہیں۔ ان کی مکمل تشریح ان شاء اللہ اپنے مقام پر بیان ہوگی۔

یہاں اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا کہ علم لدنی ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ سے نہ صرف غیب کے دروازے کھل جاتے ہیں بلکہ مرضی مولا بھی کشف ہو جاتی ہے۔ جسے یہ دولت نصیب ہو اس سے ایسے افعال کا صدور ہونے لگتا ہے کہ جنہیں دیکھ کر ظاہر بین حیرت میں پڑ جاتے ہیں اور وہ ان کے حقیقت تک پہنچنے میں قاصر ہوتے ہیں۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب
ہرچہ فرماید بود عین صواب

وحی و خطاب سے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کی طرف اشارہ ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ نبی کا ہر فعل علم الٰہی یعنی علم لدنی کے تحت ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور وہ کچھ بھی اپنی خواہش و مرضی سے نہیں کرتا۔

ایک مغالطہ اور اس کا تدارک

جو لوگ حضرت خضر علیہ السلام کو ولی جانتے ہیں ان کو یہ عقیدہ گمراہ کر گیا کہ ولی کو نبی پر فضیلت حاصل ہے ان کو یہ گمان یہاں سے ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کچھ سیکھنے کا حکم فرمایا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت

نبی ایک اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ اور حضرت خضر ایک ولی' یاد رہے کہ ولی کو نبی پر فضیلت دینا کھلا ہوا کفر ہے' نبی تو براہ راست اللہ تعالیٰ سے اخذ فیض کرتا ہے' اور ایک ولی نبی کیواسطے سے تو پھر ولی نبی سے کیونکر افضل ہوسکتا ہے' اور حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق یہ ہے کہ وہ نبی ہیں' اور اگر وہ ولی ہیں تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ رب تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی مصاحبت میں رہنے کا حکم دینا ان کے لیے ابتلا ہے۔

اس لئے کہ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ وہ ششدر رہ گئے' ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا' اے موسیٰ (علیہ السلام) کیا اس وقت دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم ہے؟ آپ نے فرمایا' میں نہیں جانتا کہ تمام عالم میں مجھ سے بڑھ کر کوئی عالم ہو۔ بعض نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہوا کہ اس وقت دنیا بھر میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں' مگر اس خیال کو انہوں نے کسی دوسرے پر ظاہر نہیں کیا۔ تو رب تعالیٰ نے ان پر یہ وحی نازل فرمائی کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک ایسا بندہ ہے جس کو خاص علم کی وجہ سے بہت بڑی خصوصیت حاصل ہے آپ چند روز ان کی مصاحبت اختیار کریں! ایک الوالعزم صاحب کتاب مرسل کو ایک ولی کی صحبت میں رہنے اور ان سے کچھ سیکھنے کی ہدایت فرمانا' صاف ظاہر ہے کہ یہ امتحان آزمائش کے طور پر تھا لہٰذا ولی نبی سے کیونکر افضل ہوسکتا ہے؟

عارف باللہ حضرت خواجہ مخدوم علی الہجویری ثم لاہوری کشف المحجوب میں اولیاء پر انبیاء کی فضیلت کے عنوان سے ارشاد فرماتے ہیں کہ طریقت کے تمام مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ انبیاء کے تابع اور ان کی دعوت کی تصدیق کرنے والے ہیں اور کہ انبیاء اولیاء سے افضل ہیں کیونکہ ولایت کی انتہاء نبوت کی ابتداء ہوتی ہے۔ تمام انبیاء ولی ہوتے ہیں لیکن اولیاء میں سے کوئی نبی نہیں ہوتا۔ انبیاء صفات بشریت کی نفی میں طاقت ور ہوتے ہیں......اور اولیاء اس حال پر جو ان پر طاری ہوتا ہے عاریتی ہوتے ہیں' جو اولیاء کا

مقام ہے وہ انبیاء کا حجاب ہے۔ اہل سنت میں کسی عالم نے اور اہل طریقت میں سے کسی محقق نے اس بارے میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ سوائے حشویہ لوگوں کے جو اہل خراسان میں سے اہل تجسیم (خدا کے جسم کے قائل ہیں) اور اصول توحید میں متناقص کلام کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ولی کہتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ولی ضرور ہیں' لیکن شیطان کے ولی ہیں' اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء انبیاء سے افضل ہیں' یہ لوگ انبیاء کی تخصیص کی نفی کے بارے میں برہمنوں سے متفق ہیں' اور جو شخص انبیاء کی تخصیص کی نفی کا اعتقاد کرے وہ کافر ہوتا ہے۔ پس انبیاء صلوات اللہ علیہم خلقت کو حق کی طرف دعوت کرنے والے ہیں، اور امام اولیاء سے سب نیک عمل کرتے ہیں ان کے تابع ہیں' اور یہ بات محال ہے کہ متقدی امام سے افضل ہو تمام اولیاء کے اقوال احوال نبی کے ایک رتبے کے مقابل بالکل ہیچ ہیں' اس لئے کہ اولیاء منزل مقصود کے طالب ہوتے ہیں اور انبیاء منزل مقصود پر پہنچے اور مقصود حاصل کئے ہوئے اور دعوت خلق کا فرمان لے کر واپس آتے ہوئے ہوتے ہیں اور مشاہدہ سے خبر دیتے ہیں' اور بشریت کے حجاب سے خلاصی پا جاتے ہیں گو کہ بشر ہی ہوتے ہیں اور پھر رسول کا قدم ہی مشاہدہ میں ہوتا ہے اور چونکہ رسول کی ابتداء ولی کی انتہا ہوتی ہے اس لیے ولی کو نبی پر قیاس نہیں کر سکتے۔"

صحیح یہ ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں' خضر لغت میں تین طرح آیا ہے۔

(۱) بکسر خاد سکون ضاد یعنی خ کے نیچے زیر اور ض پر جزم (خِضْر)

(۲) بفتح خاد سکون ضاد یعنی خ پر زبر اور ض پر جزم (خَضْر)

(۳) بفتح خاد کسر ضاد یعنی خ پر زبر اور ض کے نیچے زیر (خَضِر)

یہ لقب ہے' اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ جہاں بیٹھتے یا نماز پڑھتے وہاں اگر خشک گھاس ہوتی تو وہ سبز ہو جاتی آپ کا اسم گرامی بلیان بن ملکان اور کنیت ابو العباس ہے۔

صوفیاء و اصحاب عرفان' اور جمہور علماء و صالحین کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام اور

ادریس علیہ السلام زندہ ہیں اور ہر سال حج کے موقع پر آپس میں ملتے ہیں یہ بھی منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے چشمہ حیات سے غسل فرمایا اور اس کا پانی پیا۔ واللہ تعالیٰ عالم

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں تو بھی ایک مرسل کا ان کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے کچھ سیکھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ نبی مرسل سے افضل ہے۔ حالانکہ نبی مرسل کے تابع ہوتا ہے اور مرسل ہی کی کتاب و شریعت کی تبلیغ کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نبی مرسل کے تابع ہوتا ہے' اور بعض صورتوں میں وہ کسی نبی و رسول کی شریعت کا مکلف نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نقش بندی ومجددی مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر اول کی جلد پہلی صفحہ ۱۲۴ پر رقم طراز ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تعدد شرائع ممکن بلکہ واقع تھا اور ایک نبی کے زیر علم ایک ایسی شریعت ہو سکتی تھی جو دوسرے نبی کی شریعت سے موافق نہ ہو' چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت ان کی اپنی امت کے لیے محدود تھی' حضرت خضر علیہ السلام اس پر مکلف نہ تھے' پس حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے عمل کی بناء پر اس لڑکے کو قتل کر ڈالا' جس کا قتل شریعت موسویہ کے نزدیک جائز نہ تھا۔"

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علی نبینا علیہم السلام کی شریعتیں ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھیں اور اس اختلاف کی بناء پر دونوں میں سے کوئی بھی کسی کا تابع نہ تھا بلکہ ہر ایک اپنی اپنی شریعت پر قائم تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحب شریعت ہونے کے باوجود حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جا کر رہنے اور ان سے کچھ سیکھنے میں کوئی قباحت نہیں اس لئے کہ شریعت کے معاملہ میں کوئی کسی کا تابع نہیں۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حضرت خضر علیہ السلام کی فضیلت ثابت نہ ہوئی۔ برعکس اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت حضرت خضر علیہ السلام پر اپنی جگہ قائم ہے۔ اس لئے نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے تابع ہیں' بلکہ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی و رسول ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام نبی' رسول پر کتاب نازل ہوتی ہے۔ اور نبی پر کتاب نازل نہیں ہوتی۔

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی مفتاح العلوم دفتر اول جلد پہلی صفحہ ۱۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''علوم الٰہیہ'' جن کا تعلق اعمال انسان سے ہیں' دو طرح کے ہیں ایک علم احکام جو بطور قانون الٰہی و ضابطہ ایک عام اور ہمہ گیر حکمت کے لحاظ سے نافذ ہوتا ہے اور ہر شخص اس پر عمل کرنے کے لیے مکلف ہے' مثلاً یہ کہ نماز فرض ہے اور روزہ و زکوٰۃ فرض ہے' شراب حرام ہے' قتل نفس حرام ہے' قصاص ضروری ہے وغیرہ وغیرہ' یہ علم خاص مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کا حصہ ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم اسی صنف کا تھا۔

دوسرا علم لدنی جو پہلے سے ادنیٰ ہے وہ یہ ہے کہ جو بعض جزئیات کے متعلق شریعت سے استثنائی طور پر اللہ تعالیٰ کسی اپنے بندے کو عطا فرماتا ہے' جو اگرچہ بظاہر نظر حکم شرع سے معارض دکھائی دے' مگر حقیقت میں وہ کسی جزوی حکمت پر مبنی ہوتا ہے' حضرت خضر علیہ السلام کا علم اسی دوسری قسم سے تھا۔ یہ ضروری نہیں کہ رسل کرام کو یہ علم بھی حاصل ہو' اور اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود رسول ہونے پر یہ علم حاصل نہیں تھا مگر جزوی امور کے متعلق خبر نہ ہونے سے فضل رسالت میں کمی نہیں آسکتی' اور نہ یہ امر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام سے کمتر ہونے کی دلیل بن سکتا ہے۔ کیونکہ جزوی فضیلت کلی فضیلت سے فائق نہیں ہوسکتی۔''

عرشی صاحب کی اس عبارت کے آخری جملوں میں مندرجہ ذیل باتیں ہوتی ہیں۔

(۱) رسل کرام علیٰ نبینا علیہم السلام کے لئے علم لدنی کا ہونا ضروری نہیں۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود رسل ہونے کے یہ علم حاصل نہ تھا۔

(۳) علم لدنی ہونے کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جزوی فضیلت تھی۔

یہ باتیں حقیقت سے بالکل دور ہیں اس لئے کہ علم احکام جو بطور قانون الٰہی و ضابطہ ایک عام اور ہمہ گیر حکمت کے لحاظ سے نافذ ہوتا ہے۔ یہ علم مرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم

اجمعین پر بذریعہ وحی نازل ہوتا ہے اور وحی جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے آتی ہے اگرچہ اس کا سکھانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ مگر علم لدنی براہ راست خود رب تبارک وتعالیٰ جسے چاہیں سکھاتے ہیں۔ مگر رسل کرام علیہم السلام کے لئے علم احکام (علم ظاہر) کی طرح علم لدنی (علم باطن) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے سے وہ لوگوں کے باطنی حالات معلوم کر کے ان قلوب ونفوس وارواح کی بیماریوں کا علاج بھی کر سکیں۔ جس طرح کہ ظاہری علم سے لوگوں کو روزہ نماز حج زکوٰۃ کی تلقین کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں ترغیب و ترہیب سے کام لیتے ہیں' اگر ان کے پاس دلوں کی اصلاح' نفوس کے تزکیہ' صفائی ارواح کا علاج نہ ہو۔ تو وہ عوام کو علم احکام (ظاہری علم) پر عمل کرنے کے لیے کس طرح آمادہ کر سکتے ہیں رہی یہ بات کہ عالم علم لدنی ہونے کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جزوی فضیلت تھی تو مرسلین کرام کے لئے علم لدنی ثابت ہو جانے کے بعد اس بات کا رد خود بخود ہوتا ہے۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام پر بہرحال فضیلت حاصل ہے' اور اس سلسلہ میں درست اور صحیح یہی ہے کہ رب تعالیٰ نے محض ابتلاء کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔

اگر ایسا کرنا ابتلاء کے طور پر نہ ہوتا' تو کون کہہ سکتا ہے کہ جو رازہائے سربستہ مولا کریم نے حضرت خضر علیہ السلام پر کھولے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت رسول پر نہ کھلتے؟ تصوف کی اصطلاح میں اگر یہ کہہ دیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مقام قبض میں تھے اور حضرت خضر علیہ السلام مقام بسط میں تھے تو غلط نہ ہوگا۔ قبض کی حالت میں مشاہدات وانکشافات بند کر دیئے جاتے ہیں اور بسط حالات میں مشاہدات وانکشافات کثرت سے ہوتے ہیں۔

گہے برطاق اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائی خود نہ بینم

عوام بے چارے کیا جانیں وہ تو خواص کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں' ان کے افعال کو اپنے افعال جیسا یقین کر کے گمراہی کے غار میں جا پڑتے ہیں۔ حضرت خواجہ رومی مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جملہ عالم زیں بسبب گمراہ شد
کم کسے زبدال حق آگاہ شد
کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

دوسرا ثبوت

وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ (پارہ نمبر ۱۹ سورۃ النمل: آیت ۱۶)

ترجمہ: ''اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا۔''

عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ سکھائے گئے ہم پرندوں کی بولی، ان لفاظ سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ پرندوں کی بولی کا علم حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا کیونکہ اس کا تعلق بھی علم لدنی ہی سے ہے' اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ علم لدنی اللہ تعالیٰ کے سکھائے بغیر نہیں سیکھا جا سکتا۔

تفسیر حسینی میں ہے کہ ایک بلبل ایک درخت کی شاخ پر بیٹھا سر و دم ہلا ہلا کر بول رہی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ ''تم جانتے ہو کہ یہ بلبل کیا کہتی ہے؟'' انہوں نے کہا ''خدا اور اس کا رسول خوب جانتا ہے'' فرمایا ''یہ کہتی ہے کہ دنیا پر خاک پڑے آج میں نے صرف آدھا خرما کھایا ہے۔''

تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسری شاخ پر فاختہ بولی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ کہتی ہے ''کاش خلائق پیدا نہ ہوتی''۔

اس موقع پر آپ نے اپنے یاروں سے بعض دوسرے پرندوں کی بولی کا تذکرہ بھی کیا آپ نے فرمایا گھر کا کبوتر کہتا ہے۔ ''جیو مرنے کے واسطے اور بناؤ خرابی ہونے کے واسطے'' مور کہتا ہے' جو کچھ تو کرتا ہے اس کا بدلہ ضرور پائے گا۔ ابابیل کہتا ہے' پہلے سے نیکی بھیجو کہ وہ نیکی (اجر کی صورت میں) خدا کے پاس پاؤ۔ ہدہد کہتا ہے' جو اوروں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔ سنگ خوار کہتا ہے جو چپ رہے گا سلامت بچے گا۔ طوطی کہتی ہے افسوس اس پر جس کی دنیا مطلوب و مقصود ہو' باز کہتا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ ○ لٹورا کہتا ہے' توبہ استغفار کرواے گناہ گارو۔ زغن کہتی ہے کُلُّ شَیْءٍ ھَالِكٌ اِلَّا وَجْھَہٗ اور ہزار داستان کہتا ہے سُبْحَانَ الْخَلاَئِقِ الدَّائِمِ

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مرغ بانگ میں کیا کہتا ہے فرمایا وہ کہتا ہے اُذْکُرُوْا اللّٰہَ یَا غَافِلُوْنَ۔ اے غافلو اللہ کا ذکر کرو۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ چکاوک اپنی آواز میں کہتا ہے۔ بار خدایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل اصحاب کے دشمنوں پر لعنت کر' اور بٹیر کہتی ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی

الغرض پرندوں کی بولی سمجھنا انبیاء علیہم السلام کا معجزہ ہے اور یہ علم لدنی ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں' جو دنیا کے کسی مکتب سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ خاص رب العزت کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

علم آں باید کہ آید از خدا
در درون انبیاء و اولیاء

تیسرا ثبوت

حضرت مریم علیہا السلام عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم سے دور بیت لحم کے مقام پر چلی گئی تاکہ قوم کے طعنوں اور الزام تراشیوں سے محفوظ رہیں' مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو لوگوں نے کہا'' اے

ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ تیری گود میں یہ بچہ کیسا ہے' کہاں سے اور کس طرح سے آیا ہے؟

لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۔

"بے شک تو نے بہت بری بات کی ہے۔" (پارہ نمبر ۱۶ سورۂ مریم: آیت ۲۹)

یاد رہے کہ حضرت مریم علیہا السلام بالکل کنواری تھیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کریم کی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت مریم علیہا السلام نے جب قوم کی باتیں سنیں تو فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا' اور خود کچھ نہ بولیں اشارہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس بچے ہی سے پوچھ لو کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اس پر قوم کے لوگ بولے:

قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۔

"وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے"۔

(پارہ نمبر ۱۶ سورۂ مریم: آیت ۲۹)

یہ کہا ہی تھا کہ بچہ خود بخود پالنے میں بول پڑا۔

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ قف اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ لا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ ط

ترجمہ: "کہا (بچہ) نے "میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی مجھے نبی کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں بھی ہوں۔ اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی میں جب تک جیوں"۔ (پارہ نمبر ۱۶ سورۂ مریم: آیت ۳۰، ۳۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتہائی صغیر سنی کے عالم میں اپنی عبدیت اور رب تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار' اور اس کی طرف سے کتاب (انجیل) کے پانے اور نبوت کے ملنے کا

اظہار اور یہ فرمانا کہ میں جس حالت میں بھی ہوں' اور جہاں کہیں بھی ہوں مبارک یعنی برکت والا ہوں' اور یہ ارشاد کرنا کہ میرے رب نے تازیست نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم فرمایا ہے' یہ سب باتیں آپ نے محض علم الٰہی یعنی علم لدنی کی بناء پر ہی ارشاد فرمائیں۔ یہ کسی دنیاوی مکتب کا اعجاز نہیں۔

چوتھا ثبوت

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران)

ترجمہ: ''جب ذکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے' اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، بولیں وہ اللہ کے پاس ہے' بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔''

مریم علیہا السلام کی کفالت جب حضرت ذکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی تو آپ نے ایک دایہ مقرر کردی جو حضرت مریم علیہا السلام کو دودھ پلاتی۔

تفسیر خزائن العرفان میں لکھا ہے کہ مریم علیہا السلام نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا' تفسیر حسینی میں ہے کہ جب آپ حد طفولیت سے گزریں تو حضرت ذکریا علیہ السلام نے ان کو مسجد کے غرفہ میں لا رکھا کہ جس پر بغیر سیڑھی کے جانا میسر نہیں ہوسکتا تھا' حضرت ذکریا علیہ السلام یہاں حضرت مریم علیہا السلام کی دیکھ بھال میں مشغول رہتے۔ اور جب کبھی کسی کام کی غرض سے کہیں جانا پڑتا تو غرفہ میں ایک مضبوط قفل ڈال کر چلے جاتے اور قفل کی کنجی اپنے پاس رکھتے' آپ حضرت مریم علیہا السلام کی حفاظت میں سعی بلیغ فرماتے' یہاں تک کہ آپ کچھ بڑی ہوگئیں اور انوار ولایت ان کے چہرہ مبارک پر چمکنے لگے۔

جب حضرت ذکریا علیہ السلام جب کبھی غرفہ میں تشریف لاتے تو دیکھتے کہ بے موسم پھل حضرت مریم علیہا السلام کے پاس رکھے ہوتے' آپ نے چند مرتبہ یہ صورت معائنہ فرمائی آخر

حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا اَنّٰى لَكِ هٰذَا یہ بے موسم پھل تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے
قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے عطا فرماتا ہے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے بچپن میں کلام کیا جب آپ پالنے میں پرورش پا رہی تھیں' جیسا کہ ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم کے سوال کرنے پر پالنے سے بول پڑے تھے۔ یہ آیت کریمہ اولیاء اللہ کے کرامات کے ثبوت کی دلیل ہے کہ رب تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خوارق ظاہر فرماتا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام نے ذکریا علیہ السلام کے سوال کا جس خوبی سے جواب دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے' آپ کا یہ فرمانا کہ بے موسم پھلوں کا میرے پاس آنا' اللہ تعالیٰ کی بخشش و عطا کے ماتحت ہے' اور یہ کہ اللہ ایسا رزاق ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے بغیر محنت و مشقت' اور بغیر حساب و شمار کے عطا فرماتا ہے ایک طرف تو آپ کی کرامت ہے اور دوسری طرف اس بات کی دلیل بھی ہے کہ یہ جواب کسی دنیاوی علم کے اثر سے نہ تھا بلکہ علم الٰہی کے تحت تھا' جو حضرت مریم علیہا السلام کو سکھایا گیا تھا اور اسی کو قرآنی اصطلاح میں علم لدنی کہا گیا ہے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ حضرت ذکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے سوال ہی کیوں کیا؟ کیا ان کو معاذ اللہ کوئی شک پڑ گیا تھا جس کو رفع کرنے کے لیے انہوں نے یہ سوال کیا؟ وہ تو نبی تھے' اور نبی شک و شبہ میں نہیں پڑتا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ذکریا علیہ السلام کو شک نہیں ہوا تھا اور کسی شبہ کی بناء پر انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر سوال نہیں کیا تھا' وہ جانتے تھے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل لانا کسی انسان کا کام نہیں' اور نہ ہی غرفہ تک کسی کی رسائی ہو سکتی ہے ہر وقت حضرت مریم علیہا السلام کی نگرانی خود کیا کرتے تھے اور کسی کام کے لئے کہیں جانا ہوتا تو غرفہ کو قفل سے بند کر جاتے اور کنجی اپنے پاس رکھتے تھے پھر وہ مسجد کے متولی بھی تھے۔ کسی آدمی کو غرفہ میں جانے یا اس کا قفل توڑنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کی حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہے ان کی والدہ نے شروع ہی سے انہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دیا ہے۔

وَ اِنِّیْ اُعِیْذُهَابِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

"اور میں اسے (مریم علیہا السلام) اور اس کی اولاد کو تیری (اللہ تعالیٰ کی) پناہ میں دیتی ہوں شیطان راندھے ہوئے سے۔" (پارہ نمبر ۳ سورۂ آل عمران: آیت ۳۶)

اور رب العزت نے مریم علیہا السلام کو بطور نذر قبول فرما لیا ہے۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ط

"تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کر لیا اور اسے اچھا پروان چڑھایا اور اسے ذکریا کی نگہبانی میں دیا"۔ (پارہ نمبر ۳ سورۂ آل عمران: آیت ۳۷)

ان حقائق کے ہوتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ مریم علیہا السلام کا میری کفالت میں آنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم اور مرضی سے ہے' وہ شک و ریب میں کیوں پڑ سکتے تھے؟ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس موسم گرما کے پھل موسم سرما میں اور سرما کے گرما میں دیکھ کر محض ان کا امتحان لینے کی غرض سے سوال کیا تھا اور یہ جاننا چاہا تھا کہ مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا مقام رکھتی ہیں؟ اور کس حد تک مقبول ہو چکی ہیں؟ کیوں کہ جسے وہ قبول فرماتے ہیں' اسے مقامات بلند عطا کرتے ہیں' اور انعامات و نوازشات بالخصوص علم لدنی سے سرفرازی بخشتے ہیں۔ جب ذکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ مریم علیہا السلام نے ان کے سوال کا جو جواب دیا ہے وہ کسی انسان کا سکھایا ہوا نہیں اور نہ ہی علم ظاہری کے اثر سے ہے اور یہ کہ مریم علیہا السلام نے علم ظاہری سے ابھی تک کچھ نہیں پڑھا اور نہ کسی سے کچھ سیکھا ہے' لہٰذا آپ کا جواب علم الٰہی کی برکت کی وجہ سے ہے اور معلم حقیقی نے مریم علیہا السلام کو علم لدنی سے سرفراز فرمایا ہے' آپ نے ان کے سوال کا جواب اسی علم کی روشنی میں دیا ہے اور اس سے آپ کی کرامت کا ظہور ہوتا ہے' تو آپ نے محسوس کیا کہ جب ایک ولی کا یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بے

وقت، بے فصل اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ میری بانجھ بیوی کو نئی تندرستی دے اور مجھے بڑھاپے کی عمر میں امید منقطع ہو جانے کے بعد فرزند عطا کرے یہ راز بھی علم لدنی کی وجہ ہی سے آپ پر کھلا اور یہ مسلم ہے کہ انبیاء کا علم اولیاء کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتا ہے، نبی کا علم دریا ہے اور ولی کا ایک قطرہ اس خیال کے آتے ہی آپ مسجد (بیت المقدس) کے محراب میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا مانگنے لگے:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ (پارہ ۳ سورۂ آل عمران: آیت ۳۸)

ترجمہ: "یہاں پکارا ذکریا نے اپنے رب کو، بولے اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے۔"

فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ ۔ (پارہ ۳ سورۂ آل عمران: آیت ۳۹)

ترجمہ: "تو فرشتوں نے اسے آواز دی کہ بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا۔"

چنانچہ کچھ عرصے کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، باوجود اس کے کہ آپ کی والدہ بانجھ تھیں اور آپ کے والد محترم بہت بوڑھے تھے اور ان سے اولاد پیدا ہونے کی امید بظاہر منقطع ہو گئی تھی۔

پانچواں ثبوت

حضرت یعقوب علیٰ نبینا علیہ والسلام کے صاحبزادے جب دوبارہ اناج لینے کی غرض سے مصر جانے لگے تو آپ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ متفرق ہو کر مصر میں داخل ہوں، ایک ساتھ مل کر داخل نہ ہوں، تاکہ نظر بد سے محفوظ رہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ میرا ایسا کرنا کہنا محض ظاہری احتیاط کی بنا پر ہے، ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہے۔ اس لئے حکم اسی کا غالب ہے، مجھے اپنی تدبیر پر بھروسہ نہیں، میرا توکل اور اعتماد اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔ چنانچہ یہ

صاحبزادے حسب ہدایت حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ يُغْنِىْ عَنْهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِىْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا ○ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (پارہ ۱۳ سورۂ یوسف: آیت ۶۸)

ترجمہ: ''وہ کچھ انہیں اللہ سے بچانہ سکتا' یہاں یعقوب علیہ السلام کے جی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی۔ بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے ہوئے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

یعنی یعقوب علیہ السلام قضاء وقدر سے اس چیز کو جانتے تھے جو رب تبارک وتعالیٰ نے انہیں بذریعہ وحی تعلیم کی تھی۔ اس بناء پر انہوں نے صاحبزادوں کو ہدایت کرتے وقت یہ فرمایا تھا۔

وَمَآ اُغْنِىْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَىْءٍ ○

ترجمہ: ''میں تمہیں اللہ سے بچانہیں سکتا۔'' (پارہ نمبر ۱۳ سورۂ یوسف: آیت ۶۷)

مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹوں کو مصر میں علیحدہ علیحدہ ہوکر داخل ہونے کا جو حکم فرمایا تھا وہ محض احتیاطی طور پر تھا تاکہ تدبیر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ درآں حالیکہ وہ عالم علم لدنی ہونے کی وجہ سے جانتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے بچانہیں سکتا۔ آپ کے عالم علم لدنی ہونا اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّىْ وَحُزْنِىْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: ''کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ سے کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف

سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔" (پارہ نمبر ۱۳ سورۂ یوسف: آیت ۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو علم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں' اور آپ ان سے ملنے کی توقع رکھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب حق ہے ضرور واقع ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَ لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: "اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔" (پارہ نمبر ۱۳ سورۂ یوسف: آیت ۸۷)

یہ سن کر برادران یوسف علیہ السلام پھر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ سلطان مصر خود یوسف علیہ السلام ہی ہیں' چنانچہ بھائیوں نے ان کے سامنے اپنی خطا کا اقرار کیا مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو معاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ اس لئے کہ وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے تم واپس کنعان جاؤں اور میرا یہ کرتہ لے جاؤ۔ اسے میرے والد کے چہرہ مبارک پر ڈالو ان کی بینائی لوٹ آئیگی اور پھر سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سب سے بڑا بھائی یہودا ایک قافلے کے ساتھ ان کا کرتہ مبارک لے کر مصر سے چلا' تو ادھر کنعان میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو آگئی تو آپ نے فرمایا:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ

"بے شک میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو پاتا ہوں۔" (پارہ نمبر ۱۳ سورۂ یوسف: آیت ۹۴)

بیٹوں نے کہا:

تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ۝ (پارہ نمبر ۱۳ سورۂ یوسف: آیت ۹۵)

خدا کی قسم آپ اپنی اس پرانی خود رفتگی میں ہیں' یہ اس لئے کہا کہ انہیں یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام کہاں زندہ ہوں گے ان کی ضرور وفات ہوگئی ہوگی لیکن جب یہودا یوسف علیہ السلام کا کرتہ لے کر گھر پہنچا تو اسے والد محترم کے چہرہ اقدس پر ڈالا تو فوراً آنکھیں روشن ہوگئیں

چنانچہ انہوں نے فرمایا:

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: ''کیا میں نہ کہتا تھا کہ تحقیق میں اللہ کی طرف جو کچھ جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔'' (پارہ نمبر ۱۳ سورۂ یوسف: آیت ۹۶)

انبیاء علیہم السلام کے لیے علم لدنی کے یہ ایسے واضح قرآنی دلائل ہیں کہ ان سے انکار انسان کو کفر کی سرحد کے اندر داخل کر دے گا۔ رب تعالیٰ محفوظ رکھے۔

چھٹا ثبوت

حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو جب قید خانہ میں ڈالا گیا تو ان کے ساتھ دو نوجوان اور قید ہوئے' ایک دفعہ دونوں جوانوں نے علیحدہ علیحدہ خواب دیکھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ہر ایک نے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔

خواب اور ان کی تعبیر کا بیان تو کسی دوسری جگہ ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ تحریر ہوگا۔ یہاں صرف یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بتانے سے قبل توحید کی دعوت شروع کر دی اور اپنے معجزے کا اظہار فرماتے ہوئے ان قیدیوں پر یہ ظاہر کیا کہ علم میں آپ کا درجہ اس سے کہیں زیادہ ہے' جتنا وہ لوگ آپ کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں' آپ نے ان کو بتایا کہ میں صرف خوابوں کی تعبیر کا علم ہی نہیں جانتا' جو صرف ظن پر مبنی ہے' بلکہ میں غیب کی یقینی خبریں دینے پر بھی قدرت رکھتا ہوں۔ یاد رہے کہ تعبیر خواب اگرچہ ظن ہی پر مبنی ہے مگر انبیائے علیہم السلام خوابوں کی تعبیر ظن کی بنیاد پر نہیں بتاتے علم ہی کی بنا پر بتاتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ ان کی تعبیریں سو فیصد درست ہوتی ہیں اور غلطی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی علمی فضیلت کا اس لئے ذکر کیا کہ قید کے ساتھیوں پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ جو شخص غیب کی یقینی خبریں بتا سکتا ہے' اس کے نزدیک خواب

کی تعبیر بتانا کون سی بڑی بات ہے' اس وقت آپ نے اپنے معجزہ علم کا اس لئے اظہار فرمایا کہ آپ جانتے تھے کہ قید کے ان دونوں ساتھیوں میں سے عنقریب ایک کو پھانسی دی جائے گی۔ تو آپ نے چاہا کہ اس کو کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کر لیں اور جہنم سے بچالیں' اس سے معلوم ہوا کہ اگر عالم اپنی علمی فضیلت کا اس لئے اظہار کرے کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں تو یہ جائز ہے۔ (خزائن العرفان)

اس کے بعد فرمایا کہ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ یہ ان علموں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا' اس علم کا نام علم لدنی ہے اور یہ خاصان خدا کے لئے خاص ہے جن میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام سب سے فائق ہیں۔

ساتواں ثبوت

آقائے نامدار، رسول مختار، فخر موجدات' خلاصہ کائنات' محبوب خدا' نبی الانبیاء' حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مولا تبارک وتعالیٰ نے اپنے ہر انعام کی تکمیل فرمادی ہے' جو نوازشیں فرداً فرداً انبیاء و مرسلین علیٰ نبینا علیہم السلام پر کی گئیں ان سب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا گیا۔

بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جو نعمت اور جو کمال ہر نبی و ہر رسول کو عطا ہوا' وہ نعمت اور وہ کمال مکمل و اکمل طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا اور اس طرح آپ کی ذات ستودہ صفات اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ کا مصداق بن گئی۔

علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن (علم لدنی) سے خدائے علیم و خبیر نے ہر نبی اور ہر رسول (علیہم السلام) کو نوازا اور ان علوم کی تکمیل بھی ذات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی یہاں تک کہ ارشاد ہوا:

وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ؕ

(پارہ ۵ سورۂ نساء: آیت ۱۱۳)

ترجمہ: ''اور سکھایا تمہیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے''۔

یعنی آپ کو امور دین و احکام شرع اور علوم غیب سکھائے گئے۔ اس آیت کریمہ

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب وحکمت کے اسرار وحقائق سے آگاہ کیا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کے علم میں نہ تھی اور اللہ کریم نے اس کا علم آپ کو عطا فرمایا اس لئے کہ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے' تو پھر کون سی ایسی شے ہے جو عطا نہ فرمائی گئی ہوگی' یوں کہئے کہ مولائے تعالیٰ نے بخشش وعطا میں کسر باقی نہیں رکھی اور اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام نعمتوں کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور سکھایا تمہیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے' یعنی چھپی ہوئی باتیں اور مکنونات ضمائر (دلوں کے پوشیدہ راز) پر آگاہی بخشی گئی' جمہور نے کہا ہے کہ وہ ربوبیت حق' جلال الٰہی' عبودیت نفس اور اس کے حالات کے جاننے کا علم ہے۔ بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ وہ علم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنَ کا ہے' جو حق سبحانہ' وتعالیٰ نے شب معراج میں حضور ﷺ کو عطا فرمایا (تفسیر حسینی) چنانچہ احادیث معراج میں وارد ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں زیر عرش تھا کہ ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکا دیا گیا۔

فَعَلِمْتُ بِهَا مَا كَانَ يَكُوْنَ ○

''پس میں نے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا سب جان لیا''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی صورت میں دیکھا' رب تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (ﷺ) ملائکہ کن باتوں پر جھگڑا کرتے ہیں' میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے' فرمایا' پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ تو میں نے اس کے فیض کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان میں پائی:

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔

تو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

(مشکوٰۃ ودارمی بحوالہ ''ذکر جمیل'' مؤلفہ مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السموات سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کا علم مراد ہے۔ جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں سب حضور علیہ السلام کو معلوم ہوگئیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبریں دیں۔ (بخاری بحوالہ ذکر جمیل)

چھپی ہوئی باتیں جاننا' دلوں کے پوشیدہ راز سمجھنا' جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کا علم زمینوں اور آسمان بلکہ ان سے پرے تک کے حالات سے واقف ہونا ہے' جنتیوں اور دوزخیوں کو پہچاننا' اور ان سب کی خبریں دینا' یہ سب علم لدنی ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں طرفہ یہ کہ

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ: آیت ۱۱۴)

''اور عرض کرو اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے''۔

اس دعا کے تحت ہر آن ہر لحظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ترقی و اضافہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیادتی چاہی تو ان کو حضرت خضر علیہ السلام کے سپرد کیا گیا مگر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے بغیر طلب کے زیادتی علم کے لیے دعا کی تعلیم کی اور غیر کے حوالے نہ کیا تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ جس نے اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ کے مکتب ادب میں قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کا سبق پڑھا ہو وہ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ کے مدرسہ میں نکتہ فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ کا مستفید حقائق اشیاء کے گوش میں پہنچ سکتا ہے۔

اس تحریر سے یہ واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام علوم کی اس طرح تکمیل ہوگئی کہ کسی طرح کی کوئی کمی باقی نہ رہی اور یہ کہ تمام حقائق کے مقابلے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علوم عطا کیے گئے وہ بے حد و بے شمار ہیں مخلوقات ارضی و سماوی کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے سامنے ایسا

ہے جیسے ایک سمندر کے سامنے قطرہ اور یہی نسبت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے علم میں ہے یعنی رب تعالیٰ کا علم ایک بے کنارہ سمندر ہے اور حضور ﷺ کا علم اس کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے۔ رب تعالیٰ کا علم ذاتی اور قدیمی ہے اور رسول اللہ ﷺ کا علم عطائی ہے۔

حضور ﷺ کے علم کے متعلق بہت سی آیتیں اور حدیثیں مزید پیش کی جاسکتی ہیں مگر طوالت کا خوف ہے تاہم اس سلسلہ میں یہ بیان کر دینا برمحل ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ ہر ایک زبان میں بامحاورہ کلام فرماتے تھے جس طرح آپ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت میں کامل تھے اسی طرح دوسری زبانوں کے قواعد فصاحت و بلاغت کے مطابق گفتگو فرماتے تھے اور آپ کی زبان مبارک میں خداداد قدرت وقوت تھی۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نے اپنی کتاب' ذکر جمیل میں اس مسئلہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے یہاں اس کا لب لباب درج کیا جاتا ہے' مزید تفصیل کے لیے اصل کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کچھ لوگ وفد کی صورت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے ایک شخص آگے بڑھا اور عرض کیا۔ من ابون اسران یعنی تم میں رسول اللہ کون ہیں' حاضرین میں سے کوئی نہ سمجھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آ ویہ سن کر وہ آگے ہوئے اور اپنی بولی میں جو کچھ پوچھتے رہے حضور ﷺ اس کا جواب ان کی بولی میں دیتے رہے۔ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اس گفتگو کو نہ سمجھ سکا۔ آخر یہ لوگ بعد از قبول اسلام اپنے وطن کو واپس لوٹ گئے۔

حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں سلمان فارسی حاضر ہوئے وہ فارسی زبان کے بہت بڑے عالم تھے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک یہودی کو بطور ترجمان طلب کیا جو فارسی زبان سے بخوبی واقف تھا۔ سلمان فارسی نے اپنا کلام سنانا شروع کیا جس میں حضور ﷺ کی بہت تعریف اور ان لوگوں کی مذمت بیان کی گئی تھی جو لوگوں کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جانے سے روکتے تھے۔ ترجمان نے یہ سمجھ کر کہ حضور اکرم ﷺ فارسی زبان نہیں جانتے

کہا اے محمد ﷺ! سلمان آپ کو برا کہہ رہا ہے' حضور علیہ السلام نے فرمایا' یہ تو ہماری تعریف اور ان کی برائی بیان کر رہا ہے جو لوگوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ یہودی نے یہ سن کر عرض کیا کہ اب مجھے آپ کے رسول برحق ہونے کا یقین آ گیا ہے' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

جانوروں نے آپ کو پہچانا' آپ کے رسول ہونے کی گواہی دی' آپ کے سامنے اپنی شکایتیں بیان کیں' اور آپ نے ان کا ازالہ فرمایا' درختوں سے آپ نے اپنی صداقت پر استشہاد کیا' تو انہوں نے گواہی دی' اور انہیں اپنے پاس بلایا تو وہ بلا تامل خود بخود اکھڑ کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ بادلوں نے آپ کو پہچان کر آپ پر سایہ کیا' اور استن حنانہ آپ کے فراق میں رویا۔ پتھروں نے بھی آپ کو سلام کیا' آپ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں سے بغیر سیکھے پڑھے ان کی بولیوں میں ان سے گفتگو کی۔

جس ذات گرامی کے تصرفات نے یہ کمالات دکھائے ہوں اس کے علم و فضل کو بیان کرنے کی کس میں لیاقت و ہمت ہو سکتی ہے؟

ایک دفعہ ایک شخص نے حاضر ہو کر غیر عربی زبان میں سوال کیا' رسول اللہ ﷺ نے اس کو جواب دیا' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے آپ سے کیا کہا' فرمایا' اس نے مجھ سے پوچھا کہ آدمی اپنی بیوی سے قرض لے کر ادائے قرض میں دیر لگائے تو کیا جائز ہے؟ میں نے کہا ہاں جب کہ وہ مفلس اور نادار ہو' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے میں اکثر عرب کے شہروں اور اطراف میں پھرا ہوں اور بڑے بڑے فصحا سے ملا ہوں لیکن میں نے آپ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ مجھے تعلیم الٰہی ہے۔

ان سطور سے یہ حقیت افتاب سے بھی زیادہ روشن ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ تمام زبانوں کے جاننے والے تھے اور یہ سب تعلیم الٰہی یعنی علم لدنی کی برکت تھی۔

مولانا محمد نذیر صاحب مصنف مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم نے حضرت

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی بحث میں جو یہ لکھا ہے کہ ”رسل کرام کے لیے علم لدنی کا ہونا ضروری نہیں اور یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو رسول ہونے کے باوجود علم لدنی حاصل نہ تھا کس قدر غلط اور بے بنیاد ہے۔“

رسل کرام کے لیے اگر علم لدنی ہونا ضروری نہیں تو پھر اور کس کے لیے ہوگا۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

معراج کی رات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دَنٰی فَتَدَلّٰی کی منزلیں طے فرماتے ہوئے جب مقام قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی پر تشریف لے گئے تو وہاں رب تعالیٰ نے بغیر کسی درمیانی واسطہ کے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو فرمائی' ارشاد ہوتا ہے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۔ (پارہ ۲۷ سورۂ نجم: آیت ۱۰)

ترجمہ: ”اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو وحی فرمائی وہ بے واسطہ تھی' اللہ کریم اور اس کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا' یہ مولا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے اسرار ہیں' جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں' بقلی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا اور نہ بیان فرمایا کہ اپنے حبیب کو کیا وحی فرمائی محبوب و محب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر روح البیان)

حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَ لَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ ۔

”میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ اس میں کسی مقرب فرشتہ اور کسی نبی و رسول کی رسائی نہیں“۔

مطلب یہ کہ خدائے تعالیٰ سے ملاقات و گفتگو کا وہ ایک ایسا مقام ہے جہاں بغیر کسی واسطہ کے محبوب و محب کے درمیان باتیں ہوتی ہیں اور پھر وہ قرب کا ایک ایسا مقام

ہے کہ مقرب فرشتہ اور کسی نبی و رسول کو نصیب نہیں۔

آیت و حدیث مذکورہ سے یہ ظاہر ہوا کہ اسریٰ کی شب بالخصوص اور روزانہ بالعموم رب تبارک و تعالیٰ بغیر ذریعہ جبرئیل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک علم عطا فرماتے ہیں جو اسرار و رموز باطنی پر مشتمل ہوتا ہے' یہ علم کسی انسان یا کسی فرشتہ کے ذریعے سکھایا نہیں جاتا یہی علم لدنی (یعنی علم باطنی) ہے۔

مواہب صوفیاں میں حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ سے مذکور ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صورتیں ہیں ایک صورت بشری کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ دوسری صورت ملکی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا:

اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِیْ۔

"یعنی میں تمہاری مثل نہیں میں اپنے رب کے پاس رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔"

تیسری صورت حقی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں:

لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَّا یَسَعُنِیْ فیه ملك مقرب و ہ مرسل۔

رب تعالیٰ نے ہر صورت میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نئے انداز سے کلام فرمایا' صورت بشری میں کلمات مرکبہ کے ذریعے سے جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ صورت ملکی میں میں حروف مفردہ کے ساتھ مثلاً کٓھٰیٰعٓصٓ وغیرہ اور صورت حقی میں بذریعہ کلام مبہم گفتگو فرمائی، جیسے فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی مبہم کا لفظ عوام کی نسبت سے ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ابہام نہ تھا۔ اس تشریح سے مزید واضح ہو گیا کہ صورت حقی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو گفتگو فرماتے تھے وہ جبرئیل کے بغیر ہی ہوا کرتی تھی اور اس گفتگو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم لدنی سکھایا جاتا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ رسل کرام علیہم السلام کے لیے علم لدنی کا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ جس طرح ان کے لیے علم احکام یعنی ظاہری علوم ضروری ہے۔ اسی طرح علم لدنی یعنی باطنی علم بھی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

علم ظاہری کی تبلیغ کے ساتھ علم باطنی کی بھی تبلیغ فرمائی اور اس مقصد کے لیے خاص مجالس کا اہتمام فرمایا' ان مجالس میں عوام کی بجائے خواص شریک ہوا کرتے تھے۔ عوام کے لیے مجالس پے در پے منعقد ہوا کرتیں تھیں اور خواص کے لئے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد۔

امام السالکین، مخدوم المتقین ، وارث ختم المرسلین' مجدد تصوف' سیدی و مرشدی حضرت مولانا الحاج ابوالفیض سید قلندر علی شاہ صاحب سہروردی قدس سرہ العزیز اپنی تصنیف صحیفہ غوثیہ شرح قصیدہ غوثیہ کے صفحہ ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ پر ان مبارک مجالس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "لیکن یہ یاد رہے کہ رموز معرفت' اور اسرار عرفان کی تعلیم خاص اہمیت و استعداد دیکھ کر خواص کو نہایت مخفی طریق پر دی جاتی تھی اور اس کی مجالس بھی جداگانہ اور راز دارانہ ہوتی تھیں۔ ایک روز اسی قسم کی ایک مجلس خاص منعقد تھی۔ جس میں حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خالد رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور دیگر سخن شناس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے۔ رسول کریم نبی رؤف و رحیم پیر طریقت اور مرشد حقیقت کی حیثیت سے سجادہ پر بیٹھے ہوئے معرفت و اسرار اور رموز مخفی خاص محویت و جوش کے ساتھ بیان فرما رہے تھے۔ محفل کی محفل مطلع انوار بنی ہوئی تھی۔ تجلیات پرتو افگن تھیں۔ عجیب رنگ اور عجیب کیف تھا کہ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش ہو گئے اہل مجلس متعجب ہوئے کہ شاید حضور یہ اسرار و حقائق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتانا نہیں چاہتے آپ سمجھ گئے اور فرمایا یہ بات نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ چھپانا چاہتا ہوں' مگر طفل شیر خوار کو گوشت اور حلوہ تکلیف دیتا ہے۔ اور جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو سب کچھ کھاتا ہے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعلیم روحانی ابتدائی تھی۔ اور بعد کو مکمل ہوئی غرض کہ اسی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آگے تعلیم دینا شروع کی۔ اور فرمایا

من عرف اللہ لا یقول اللہ و من یقول اللہ لا عرف اللہ ۔

"جس نے اللہ کو پہچانا وہ اللہ نہیں کہتا' اور جو اللہ کہتا ہے اس نے اللہ کو نہیں پہچانا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یہ کیا شناخت ہوئی کہ بندہ آقا کا نام نہ لے۔ اور یاد نہ کرے۔ فرمایا

قال اللّٰہ تعالیٰ وھو معکم این ما کنتم

اے عمر جو شخص اپنے آقا کے ہمراہ ہو اور اسے دیکھ رہا ہو' اس کا پکارنا اور یاد کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا خدا ہمراہ کہاں ہے؟ فرمایا ان اللّٰہ فی قلوب العباد یعنی اللہ بندوں کے دلوں میں موجود ہے۔ پوچھا بندہ کہاں ہے؟ فرمایا وھو الانسان لیکن اے عمر یہ بھی ذہن نشین کر لے کہ دل کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قلب مجازی اور دوسرا قلب حقیقی۔ اور قلب حقیقی وہ دل ہے جو نہ جانب چپ ہے نہ جانب راست' نہ تحت ہے' نہ فوق' نہ دور ہے نہ نزدیک' قلوب المومنین عرش اللہ یعنی مومنوں کا دل خدائے برتر کا عرش ہے اور مومن کا قلب زیادہ ذکر و شغل میں مصروف رہنے سے زندہ ہو جاتا ہے۔ یہ مقام مقام ذکر خفی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا مومن اور مسلم میں کیا فرق ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس المسلمون یَجْتَمِعُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ وَ یَقُوْلُوْنَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ علی الرسم۔

وہ لوگ مومن نہیں جو مسجدوں میں جمع ہو کر رسمی طور پر کلمہ پڑھتے ہیں اے عمر رسمی کلمہ پڑھنے والے حقیقت میں مومن سے بے خبر ہیں۔ نہیں جانتے کہ کلمہ کیا ہے؟ اور اس کا مقصود کیا ہے اور معانی کیا ہیں؟ اول نہیں ہے کہتے ہیں اور آخر میں (ہے) کہتے ہیں۔ اسی طرح وہم و شک میں پڑ جاتے ہیں جو عین کفر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ پھر کلمہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظہور خدا ہیں۔ اس لئے چاہیئے کہ خطرہ ماسوا اللہ کی نفی کرے اور ذات احدیت کو ہر چیز اور ہر جگہ میں ثابت قرار دے۔ اے عمر جب بندہ اپنی صفات کی نفی اور ذات اللہ کا اثبات کرے تو درجہ نہایت پر پہنچے گا اور من عرف ربہ کل لسانہ کی منزل پر آ جائے گا۔

یعنی جو اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ اے عمر یقین رکھ اور خوب سمجھ لے کہ جب تک سالک اپنی نفی نہ کرے اور یاد اللہ سے نہ گزرے اس وقت تک وہ وحدت کی منزل میں نہیں آتا بلکہ دوئی میں پڑا رہتا ہے اور دوئی عین شرک و کفر ہے۔ اور حقیقی کلمہ کا یہی مطلب ہے۔

اس مجلس نبوی ﷺ کی کارروائی کو بار بار پڑھئے اور غور کیجئے کہ یہاں جس بات کی تعلیم دی جا رہی ہے اس کا تعلق ظاہری علم سے ہے یا باطنی سے، تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی مذکورہ الصدر تحریر کو پڑھنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا تعلق ظاہری علم سے ہے۔ بلکہ وہ پکار اٹھے گا کہ اس مجلس کو جو تعلیم دی گئی ہے وہ خداشناسی کی تعلیم ہے۔ اور ان حقیقتوں سے آگاہ کیا گیا ہے کہ جن پر باطنی علم کے واسطے ہی سے اطلاع پائی جا سکتی ہے۔ یہ باطنی علم انبیاء علیہم السلام کو بغیر کسی واسطے کے خود رب تعالیٰ سکھاتے ہیں اور امت کو بذریعہ انبیاء علیہم السلام اور علماء حق تعلیم کیا جاتا ہے یہی اصل علم اور ظاہری علم کی جان ہے۔

علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر
کے شود و بے شیر مسکہ کے شود بے پیر پیر

یعنی باطنی علم مکھن اور ظاہری علم دودھ کی طرح ہے اور دودھ کے بغیر مکھن حاصل کرنا ناممکن ہے اور پیر کے بغیر پیر بننا محال ہے علم ظاہر پر عمل کرنے سے ہی باطن کے علم کی کھڑکیاں کھلتی ہیں۔ اور سالک سلوک کی منزلیں طے کرتا ہے معرفت کردگار کے مقام پر جا پہنچتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں وہی لوگ ولایت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ جنہوں نے پہلے علم ظاہری کی تکمیل کی۔ اس پر شدت سے عامل ہوئے اور پھر علم باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کے اندر اس کا نور جگمگانے لگا۔ اور وہ اس کی روشنی میں اتنا بڑھے کہ ان پر پوشیدہ راز کھلنے لگے۔ اور وہ خالق کائنات کی بارگاہ میں باریاب ہو کر اولیاء اللہ کے معزز لقب سے نواز دیئے گئے۔

ایسے پاکیزہ لوگوں کا وجود دوسرے انسانوں کے لیے روشنی کا مینار بن گیا چنانچہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے رحمان کے تلاش کرنے والو! تم رحمان کا پتہ پوچھتے ہو اس کی خبر تمہیں وہی لوگ دیں گے جو اس سے واقف ہیں۔ علم ظاہر' ظاہری حواس کے ذریعے سے حاصل کیا جاتا ہے مگر باطنی علم حواس ظاہری سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے حصول کے ذریعہ باطنی حواس ہیں۔ ظاہری علم چونکہ ظاہر ہے اس لئے اس کے حواس بھی ظاہر ہیں۔ اور ہر حس کا منہ باہر کی طرف ہے۔ باطنی علم چونکہ مخفی ہے اس لئے اس کے حواس بھی پوشیدہ ہیں۔ اور ہر حس کا منہ جسم کے اندر ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا۔ یہ حسیں اس وقت کام کرتی ہیں جب کہ ظاہری حسیں بند ہو جاتی ہیں جیسا کہ انسان کی ظاہری آنکھیں جب بند ہوتی ہیں اور وہ سویا ہوا بھی ہوتا ہے تو نیند کی حالت میں عجیب و غریب چیزیں دیکھتا ہے ایسا دیکھنا باطنی حس کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے کہ ظاہری حس خواب میں ہونے والی باتوں کا ادراک کرنے سے عاجز ہے۔ علم لدنی (علم الٰہی) کے حاصل کرنے کے جو طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک خواب بھی ہے۔ اس کی وضاحت کسی دوسرے مقام پر ان شاء اللہ کی جائے گی۔

غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسان کے علاوہ ہر مخلوق میں پوشیدہ حسیں موجود ہیں۔ جو قانون قدرت کے مطابق اپنا کام کرتی ہیں۔ اور اس طرح کائنات کا نظام' نظم و ترتیب کے ساتھ چل رہا ہے۔

☆=☆=☆

قرآن مجید سے باطنی حسوں کا ثبوت

رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط

(پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل: آیت ۴۴)

''اس کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے''۔

تفسیر حسینی میں ہے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زندہ مخلوق تو زبان قال سے تسبیح کہتی ہے یعنی رب تعالیٰ کی تعریف کرتی ہے اور باقی مخلوق زبان حال سے۔ یعنی ان کے وجود صانع کی قدرت وحکمت پر دلالت کرتے ہیں لیکن یہ صحیح ہے کہ ذی روح مخلوق ہو یا غیر ذی روح سب زبان قال سے اللہ کی تسبیح کہتے ہیں۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ دروازہ کھولنے کی آواز اور چھت کا چٹخنا بھی تسبیح ہے اور یہ تسبیح سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم نے کھاتے وقت یہ دیکھا کہ کھانا تسبیح کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں کہ جو میری بعثت کے زمانے میں مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک ستون سے تکیہ فرما کر خطبہ فرمایا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا اور آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون رو دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دست کرم پھیرا اور شفقت فرمائی اسے تسکین دی۔

ان احادیث سے جماد کا کلام کرنا اور تسبیح کہنا ثابت ہوتا ہے حقائق سلمی میں ابو

عثمان مغربی سے منقول ہے کہ سب موجودات مختلف زبانوں میں خدا کی تسبیح کرتے ہیں ان تسبیحات کو وہ عالم ربانی سنتا ہے کہ جس کے دل کان کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ موجودات میں سے ہر ذرہ کو ملکوتی زبان حاصل ہے جو اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد و ثناء میں ناطق ہے اور اسی زبان میں سنگریزوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں باتیں کیں۔ قرآن حکیم میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○

''کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمان اور زمینوں میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح اور اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔'' (پارہ ۱۸ سورۂ نور: آیت ۴۱)

تفسیر حسینی میں ہے کہ پرندوں کا خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان صفیں باندھے ہوئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صنعت کی دلیلیں ان میں واضح تر ہیں کہ ان کی بلندی کی طرف رغبت کرنے کی قوت اور ہوا میں ٹھہرنے اور غول باندھنے کی طاقت عطا فرمائی۔ اور باوجود اس کے کہ ان کے بازوؤں میں سمٹنے کی بھی قوت ہے ان کو پھیلانے کا طریقہ انہیں الہام فرمانا کمال قدرت و صنعت پر دلیل قاطع ہے۔

ان آیات معظمات سے یہ حقیقت کھلتی ہے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ہر چھوٹی بڑی چیز اپنے خالق و مالک کی حمد و ثناء میں محو اور اس کی تسبیح خوانی میں مست ہے۔ حمد و ثنا اور تسبیح خوانی تو اسی صورت میں ہوگی جب کہ حمد کرنے والا اور تسبیح پڑھنے والا اسے اچھی طرح جانے پہنچانے جس کی وہ تعریف کرتا اور تسبیح پڑھتا ہے یہ جاننا پہچاننا زندگی اور حواس کے بغیر ناممکن ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر شے میں زندگی ہے اور وہ حسیں رکھتی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے وہ اپنے معبود کو پہچانے اور اس کی تسبیح کہے۔

اللہ کریم جل شانہٗ پتھروں کی قسمیں بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

بعض پتھروں کو بھی اللہ نے ادراک وشعور دیا ہے اور انہیں خوف الٰہی ہوتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں اسی آئیہ کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ

"دریں جا چند سخن تحقیق طلب، اول آنکہ سنگبار الصفت خشیت کہ بمعنی ترس است موصوف ساختہ اند وشک نیست کہ ترسیدن بدوں حیات ودانش نمی شود وسنگ ازیں ہ دو صفت عاری است پس وصف آنہا بایں صفت چگونہ راست آید؟ جوابش آنکہ نزد اہل سنت وجماعت ہر یک راز جمادات وحیوانات روحی است وصلوٰۃ وتسبیح ہر جماد وحیوان کہ منطوق کلام الٰہی است درآیات بسیار محتل۔

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (پارہ نمبر ۱۸ سورۂ نور: آیت ۴۱) وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ، (پارہ نمبر ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۴۴) ہماں روح است"

اس جگہ چند باتیں تحقیق طلب ہیں اول یہ کہ پتھروں کو خشیت کہ جس کے معنی خوف کے ہیں کی صفت سے متصف کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خوف کھانا زندگی اور عقل کے بغیر نہیں ہوتا اور پتھر ان دونوں صفتوں سے خالی ہے تو وہ ان صفات سے کیونکر موصوف ہو سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک جمادات وحیوانات میں سے ہر جماد وحیوان کے لئے ایک روح ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی آیتوں میں پرندوں کا دعا وتسبیح کہنا اور ہر شے کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوانی اور حمد بیان کرنے کا ذکر ہے۔ تو یہ حمد ثناء اور تسبیح خوانی اسی روح کے اثر سے ہے۔

شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر کوہ شبیر شریف داشتند وکافراں در تجسس آنحضرت علیہ السلام بودند کوہ عرض کرد کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) از ینجا فرد وآئید مبادا بر پشت من شمارا بگیرند و من شرمندہ شوم دور صحیح مسلم بہ روایت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ازاں

حضرت علیہ السلام بہ ثبوت پیوستہ کہ فرمود من می شناسم سنگی را در مکہ کہ قبل از نبوت
وبعثت بر من سلام می کرد"۔

ترجمہ: حضور ﷺ کوہ ثبیر (مکہ میں ہے) پر تشریف فرما تھے اور کافر حضور ﷺ کی تلاش میں تھے۔ پہاڑ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس جگہ (بلندی) سے نیچے تشریف لے آیئے۔ ایسا نہ ہو کہ کفار میری پشت پر (آپ کو دیکھ کر) پکڑ لیں اوز میں نادم ہو جاؤں۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ پر میری نبوت اور بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ اور دیگر رضی اللہ عنہم سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گائے کا قصہ بیان فرمایا۔ وہ اس طرح کہ ایک شخص اس گائے کو لے گیا اور اس پر سوار ہوا گائے نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے سواری کے لیے پیدا نہیں فرمایا بلکہ زراعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور اسی طرح حدیث شریف میں بھیڑیئے کے کلام کرنے کا ذکر بھی ہے۔

حدیث شریف میں یہ وارد ہے کہ ایک روز حضور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے ہمراہ کوہ حرا پر تشریف رکھتے تھے۔ پہاڑ کے پتھروں میں اس طرح حرکت ہوئی جیسے زلزلہ سے ہلتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ایک پتھر پر پائے مبارک مارا اور ارشاد فرمایا کہ ادب سے رہ اس لئے کہ تیری پشت پر ایک پیغمبر' ایک صدیق اور شہید ہیں۔ حضور ﷺ کے یہ ارشاد فرماتے ہی پہاڑ ساکن ہو گیا۔

استن حنانہ کا رسول اللہ ﷺ کے فراق میں آواز سے رونا، اس قدر مشہور ہے کہ محتاج بیان ہیں۔ عارف رومی فرماتے ہیں۔

استن حنانہ در ہجر رسول ﷺ
نالہ می زد ہمچو ارباب عقول

یعنی استن حنانہ حضور ﷺ کی فرقت میں عقلمندوں کی طرح رویا۔ رسول اللہ ﷺ

نے جب اسے شفقت ومحبت سے بغل میں لے لیا تو اسکا گریہ بند ہوا اور اسے سکون و اطمینان حاصل ہوگیا۔

مذکورہ روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جمادات وحیوانات میں شعور ادراک کا جذبہ موجود ہے اور ان میں زندگی کی وہ حسیں پائی جاتی ہیں کہ جن سے انہیں احساس و ادراک ہوتا ہے۔

اس سے بھی صاف تر ثبوت قرآن عزیز کی اس آیت سے ملتا ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط

(پارہ ۲۸ سورۂ حشر: آیت ۲۱)

''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور اسے دیکھتا جھکا ہوا' پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے''۔

ان آیات واحادیث سے یہ مسئلہ بالکل صاف ہوگیا ہے کہ ظاہری حواس (حواس خمسہ جو جانداروں کو حاصل ہیں) کے علاوہ باطنی حواس بھی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے جمادات وحیوانات میں زندگی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور ان میں بھی قوت ادراک وشعور موجود ہے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے۔ اس لئے رب تعالیٰ نے اسے ظاہری و باطنی حواس سے سرفراز فرمایا تا کہ ظاہری و باطنی علم سے نوازا جائے۔

عالم موجودات کا علم تو حواس ظاہری سے ہوتا ہے اور حواس باطنی سے حقائق و معارف اور اسرار ورموز اور حقیقت الاشیاء کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور یہی علم لدنی ہے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

پنج حسے ہست جزایں پنج حس
آں چوزر سرخ وایں حسہا چومس
حس ابداں قوت ظلمت می خورد
حس جان از آفتابی می چرد

ان پانچ حسوں (حواس خمسہ کے علاوہ پانچ دوسری حسیں (باطنی) جو خالص سرخ سونا ہیں اور یہ ظاہری حسیں تانبے کی طرح ہیں۔ جسم کی حسیں ظلماتی غذائی کھاتی ہیں اور رُوح کی حسیں (باطنی حسیں) نورانی آفتاب سے غذا حاصل کرتی ہیں یعنی ان کی نشوونما نور الٰہی سے ہوتی ہے اور وہ تجلیات باری تعالیٰ سے روشن ہو کر کام کرتی ہیں۔ حواس خمسہ ظاہری پانچ قوتیں ہیں جن کے نام یہ ہیں، سامعہ' باصرہ' شامہ' ذائقہ اور لامسہ۔ ان کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

سامعہ:

وہ قوت ہے جو آواز۔ حروف اور کلمات سن کر شئے کا ادراک کرتی ہے۔ اس کا آلہ کان ہے۔

باصرہ:

وہ قوت ہے جو صورتیں اور رنگ دیکھ کر شئے کو ادراک کرتی ہے۔ اسکا آلہ آنکھ ہے۔

شامہ:

وہ قوت ہے جو سونگھ کر خوشبو یا بدبو کے ذریعہ شئے کا ادراک کرتی ہے۔ اس کا آلہ ناک ہے۔

ذائقہ:

وہ قوت ہے جو مزہ چکھ کر شئے کو تمیز کرتی ہے۔

لامسہ

وہ قوت ہے جو چھو کر کسی شے کا گرم' سرد' بوجھل' ہلکا' اور چکنا ہونا معلوم کرتی ہے۔ اس قوت کا آلہ اکثر بدن ہے اور خاص طور پر انگلیاں۔

اسی طرح حواس خمسہ باطنی بھی پانچ قوتیں ہیں جن کے نام یہ ہیں حس مشترک' خیال' وہم' حافظہ ور متصرفہ۔ ان کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

حس مشترک:

وہ قوت ہے جو کہ ان تمام صورتوں اور شکلوں کو اپنے اندر سمالیتی ہے۔ جنہیں حواس ظاہری ادراک کرتے ہیں اور انہیں نفس ناطقہ پر پیش کرتی ہے۔ اس قوت کو لوح نفس بھی کہتے ہیں۔

خیال:

وہ قوت ہے کہ جو ان تمام محسوس صورتوں کو یاد اور محفوظ رکھتی ہے جو حواس ظاہری کے ذریعہ حس مشترک میں آتی ہیں۔

وہم:

وہ قوت ہے کہ جو محسوس شے کے ان جزئی معانی کا ادراک کرتی ہے، جو اس میں موجود ہوتے ہیں مثلاً شیر کی صفت درندگی کہ شیر تو محسوس ہے مگر جزئی معانی یعنی صفت درندگی محسوس نہیں۔

حافظہ

وہ قوت ہے کہ جو غیر محسوس جزئی معانی کو کہ جو محسوس شے میں ہیں اور جن کو وہم نے ادراک کیا ہے ہمیشہ یاد اور محفوظ رکھتی ہے اور فراموش نہیں کرتی۔

متصرفہ:

وہ قوت جو کہ خیال اور حافظہ میں محفوظ رہنے والی چیزوں میں اس طرح تصرف کرتی ہے کہ بعض کو بعض سے ملاتی ہے اور بعض کو بعض سے جدا کرتی ہے۔

حضرت خواجہ ابوالسید ابوالحسن احمد نوری قادری ماہروی قدس سرہ العزیز۔ "کشف

القلوب" میں حواس کی بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ "واسطہ احساس ان قویٰ اور حواس کے بھی نفس ناطقہ سے علیحدہ ایک روح' نفسانی روح کی مانند ہے کہ یہ حواس اس روح کی مدد اور قوت سے ادراک ہوتے ہیں۔ حواس خمسہ باطنی جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ باطنی ہونا ان حواس کا مجازی ہے کیونکہ عالم ظاہرہ کا ادراک ان سے تعلق ہے۔ اور عالم باطن کا جزا اور فرع ہے۔ پس اطلاق لفظ باطن کا ان حواس خمسہ مذکورہ پر صرف بمقابلہ حواس خمسہ ظاہری ہے۔ یعنی بہ نسبت ان حواس (ظاہری) کے یہ حواس باطنی ہیں نہ یہ کہ حوا باطنی حقیقی یہی ہیں۔ پس وہ حواس خمسہ باطنی جو متعلق بہ علم ظاہر ہیں انسان میں موجود بالفعل ہیں اور یہ قویٰ وحواس باطنی (نفس ناطقہ سے علیحدہ روح) جو متعلق بہ علم باطنی ہیں۔ انسان میں بلقوۃ موجود ہیں اور ان کا موجود ہونا بالفعل ہونا بغیر تزکیہ وتصفیہ قلب ناممکن ہے۔"

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو فرمایا کہ بدن کی حسیں ایسی غذائی کھاتی ہیں کہ ان میں تاریکی اور اندھیرا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی غذاؤں میں مادیت ہے اور وہ مادہ ہی سے پرورش پاتی ہیں۔ مادہ کثیف ہے اس لئے ان غذاؤں کے استعمال سے ظاہری حسوں میں کثافت (ظلمت) پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ انسان کو کثیف بنا کر مادہ کی طرف رجوع کر دیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ فی زمانہ مادہ پرستی کی وبا روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اور اس طرح عبد و معبود میں بعد ہوتا رہا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی سوانح مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ میں مادہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ خدا کے انکار کی اصل بنیاد مادہ کے مسئلہ سے پیدا ہوتی ہے یعنی یہ کہ عالم میں جو کچھ ہے' مادہ ہی ہے۔ اسی سے انقلابات اور تغیرات ہیں جن سے یہ عظیم الشان عالم پیدا ہو گیا ہے۔ مادہ کے خیال کو جس قدر قوت اور وسعت دی جاتی ہے اسی قدر خدا کے اعتراف کے بعد (دوری) ہوتا جاتا ہے۔"

یہ ہے مادہ پرستی کا نتیجہ' انسان اسباب پر غور کرتے کرتے اب یہ کہنے لگ گیا ہے کہ اسباب کا سلسلہ غیر متناہی ہے جو قدیم سے قائم ہے اور برابر چلا جاتا ہے جو کچھ ہوتا ہے

اس سلسلہ کا نتیجہ ہے۔ ان اسباب کا آخیر میں چل کر کسی علتہ العلل پر منتہی ہونا ضروری نہیں۔

مادہ پرستوں کا یہ کہنا ہے کہ معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ صرف حواس ظاہر میں ہے اور یہ کہ جن چیزوں کو حواس ظاہری محسوس نہیں کر سکتے ان کے ادراک کا ذریعہ بھی حواس ہی کے محسوسات ہیں۔ مگر صوفیائے کرام کے نزدیک انسان کے اندر ایک خاص قوت ہے جو حواس ظاہری کے توسط کے بغیر اشیاء کا ادراک کرتی ہے۔

اب تو اہل یورب بھی جو مدت سے اس قوت غیبی کے منکر رہے اس کے قائل ہو گئے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سوانح مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ میں تحریر فرماتے ہیں "یورپ میں ایک مدت تک لوگوں کو اس سے انکار رہا لیکن جب زیادہ تحقیقات اور تدقیقات عمل میں آئیں تو ایک خاص فرقہ پیدا ہوا جس کا نام اسپر یچویسٹ (روحانین) ہے اس فرقہ میں علوم وفنون جدیدہ کے بہت بڑے بڑے اساتذہ فن شامل ہیں ان لوگوں نے بدیہی تجربوں کے بعد یہ اقرار کیا کہ انسان میں حواس ظاہری و باطنی کے علاوہ ایک اور قوت ہے جو اشیاء کا ادراک کرتی ہے۔

پس جس شخص کی باطن حسیں بیدار ہیں اور وہ انوار غیبی سے متجلّی ہیں اور یہ کہ اسے اشیاء کا ادراک کرنے والی وہ قوت خاص بھی حاصل ہے جو ہر شخص کو حاصل ہونا ضروری نہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم عطا ہوگا جو کسی مکتب اور درسگاہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی کا نام علم لدنی ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں۔

علم آں باید کہ آید از خدا
در وردن انبیاء و اولیاء
باز غیر از عقل و جان آدمی
ہست جائے در نبی و در ولی

یہ علم (علم لدنی) انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو مکتب خداوندی سے حاصل ہوتا ہے۔

اس لئے کہ بقول حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ہر نبی ہر ولی میں عالم آدمیوں کی عقل اور روح کے علاوہ ایک اور روح ہوتی ہے جو مکتب لم یزل سے باطنی طور پر علم حاصل کرتی ہے اور یہی اصل علم ہے اسی کی بدولت رب تعالیٰ کا عرفان حاصل ہوتا ہے اور اشیاء کی حقیقتیں کشف ہوتی ہیں اور ان جمادات و نباتات ان سے کلام کرتے ہیں کنکریوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں بولنا اور استن حنانہ کا آپ کے ہجر میں رونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے کلام فرمانا اس روئے خاص کے وجود کا بہت بڑا ثبوت ہے جو عام انسانوں کے علاوہ صرف نبی اور ولی ہی میں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ منکر چونکہ اس نعمت سے محروم ہے اس لئے وہ دوسروں میں بھی اس کے ہونے کو محال جانتا ہے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

فلسفی کو منکر حنانہ است

از حواس انبیاء بیگانہ است

جو فلسفی واقعہ ستون حنانہ کا انکار کرتا ہے اس کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے حواس سے ناآشنا ہے انہیں بھی اپنے اوپر قیاس کرتا ہے اور اپنی مثل سمجھتا ہے عارف رومی فرماتے ہیں:

ہمسری با انبیاء بر داشتند

اولیاء را ہمچو خود پند اشتند

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر

ما والیشاں بستہ خوابیم خود

بہت سے لوگ اسی سبب سے گمراہ ہو گئے کہ انہوں نے ہمچو مائی کے زعم میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو اپنا جیسا سمجھا' اور برابری کا یہ ثبوت پیش کیا کہ جس طرح ہم کھاتے ہیں وہ بھی کھاتے ہیں اور جس طرح ہم سوتے ہیں وہ بھی سوتے ہیں۔

مولانا روم دونوں کا موازنہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

آں خورد گرد پلیدی زو جدا
ایں خورد گر دو ہمہ نور خدا

وہ منکر انبیاء واولیاء کو اپنے جیسا سمجھنے والا کھاتا ہے تو اس کے جسم سے گندگی کا اخراج ہوتا ہے اور یہ نبی ولی کھاتا ہے تو اس کا کھایا ہوا نور بن جاتا ہے منکر سوتا ہے تو نینداس کا وضو توڑ دیتی ہے اور اسکا شعور جاتا رہا ہے' نبی سوتا ہے تو نیند سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا اور وہ اسی وضو سے پہلے نماز پڑھ لیتا ہے۔ اور یہ کہ نیند کی حالت میں بھی اس کا شعور باقی رہتا ہے یہاں تک کہ سوتے میں بھی اس پر نزول وحی ہوتا ہے اور وہ اس کو اسی طرح سمجھتا ہے کہ جس طرح کہ بیدار میں سمجھتا ہے اس لئے کہ نبی کے حواس اور اس کی روح انسانی حواس و روح سے بالکل وراء الوراء ہے۔ جب یہ کھلا ہوا فرق موجود ہے تو ہمچو مثلی کا دعویٰ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

عقلی دلیل

عقلی دلیل سے بھی علم باطن (علم لدنی) کا تسلی ثبوت ملتا ہے وہ اس طرح کہ ایک شخص عالم خواب میں دیکھتا ہے کہ اس کے ایک عزیز کا ڈھاکہ سے خط آیا ہے بیدار ہونے کے بعد اسے سچ مچ ایک خط ملتا ہے۔ جو ڈھاکہ سے آیا ہے اور اسی عزیز کا ہے جس کا اشارہ خواب میں ہوا تھا۔ یا اس شخص کے دل میں بیداری میں یہی خیال آتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد پوسٹ مین آکر اسے ایک خط دے جاتا ہے۔ جو بعینہ اس کے خیال کے مطابق ہوتا ہے یہ دیکھ کر شخص مذکورہ متعجب ہوتا ہے اور سوچتا ہے کہ یہ واقعہ میرے خیال کے مطابق کیونکر ظہور پذیر ہوا۔

ظاہر ہے کہ اس خیال کا تعلق کسی ظاہری حس سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ حواس ظاہری' ظاہری اشیاء کا ادراک کرتی ہیں۔ خیال' روح کی ایک طاقت ہے اور روح مخفی

ہے۔لہٰذا خیال بھی خفی ہے پس تحقیق ہوا کہ شخص مذکور کے دل میں ڈھاکہ' ایک عزیز اور اس
کے خط کا خیال کسی باطنی قوت کے تحت پیدا ہوا ہے۔اسی باطنی قوت کا نام حاسہ روحانی ہے
حضرت خواجہ ابوالحسن احمد نوری قادری' مارہروی المقلب بہ میاں صاحب قدس سرہ العزیز
نے اپنی کتاب ''کشف القلوب'' میں حاسہ روحانی (باطنی قوت) کی جو وضاحت فرمائی
ہے ۔اس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

''یہ قوت حالت بیداری میں موجود بالقوۃ ہوتی ہے اور حالت خواب میں موجود
بالفعل' البتہ ریاضت ومحنت اور صفائی قلب کی وجہ سے بیداری میں بھی اس قوت کا موجود
بالفعل ہونا ممکن ہے۔یہ قوت ہر فرد و بشر میں پیدا کی گئی ہے مگر ہر ایک میں اس کا درجہ عقل
ذہن کی طرح کم اور زیادہ اس لئے کہ سب کے مزاج اور قلوب یکساں اور برابر نہیں ہوتے
جن لوگوں کے مزاج گرم اور ان کے دل نرم اور گداز ہیں ان میں یہ استعداد باطنی (باطنی
قوت) زیادہ ہوتی ہے۔ایسے دلوں میں تھوڑی سی محنت ومشقت اور ریاضت واشغال وغیرہ
سے حالت بیداری میں یہ قوت موجود بالفعل ہو جاتی ہے۔(یعنی جس طرح نیند کی حالت میں
ظاہری حواس بند ہو جاتے ہی اور باطنی حواس وقویٰ عملی طور پر کام کرنے لگ جاتے ہیں اسی طرح
بیداری میں بھی یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے)۔

جن لوگوں کے مزاج سرد اور قلوب سخت ہیں ان میں یہ باطنی قوت (حاسہ
روحانی) دل کی سختی کی وجہ سے کم ہوتی ہے۔ایسے لوگ اگر سخت ریاضت شاقہ اور محنت
اشغال برداشت کریں تو ان کے دلوں کی سختی جاتی رہتی ہے اور ان میں بھی باطنی قوت موجود
بالفعل ہو کر کام کرنے لگتی ہے بعض لوگ جو نہایت سخت دل ہیں ان میں یہ استعداد قوت
(باطنی قوت) بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے ایسے لوگ اگرچہ محنت ومشقت اور
ریاضت شاقہ کرتے ہیں مگر ان کو بیداری میں یہ شرف حاصل نہیں ہوتا البتہ نیند کی حالت
میں یا بوقت ان میں بھی قوت باطنی موجود بالفعل ہو جاتی ہے۔

مخدومی حضرت خواجہ سید سید ابوالحسن احمد نوری قادری کشف القلوب میں فرماتے

ہیں کہ اس قسم کے لوگوں کو (جن کے دل سخت ہیں اور محنت شاقہ سے بھی نرم نہیں ہوتے) مایوس ہو کر نفور نہیں ہونا چاہیے۔ اور ذکر الٰہی، مجاہدو مکاسبہ باطن کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ سعادت ابدی، معرفت ربانی اور تکمیل نفوس، باطنی قوت پر نہیں ضرورت تو اس بات کی ہے کہ سوائے خدا کے سب سے تعلق جاتا رہے، اور یہ درجہ ذکر الٰہی اور محنت و ریاضت ہی سے بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہوتا ہے اور جو کچھ کہ کیفیات و واردات باطنی سے اس جہاں میں حاصل نہ ہوں وہ اس عالم میں (عالم آخرت) حاصل ہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں کے دل مجاہدہ اور ذکر الٰہی کی برکت سے صاف ہیں اور ان کے مزاج گرم اور دل نرم ہیں ان دلوں پر خطرات کا ورود ہوتا رہتا ہے۔ جو اکثر جلد یا کچھ وقفہ کے بعد من و عن صحیح ثابت ہو جاتے ہیں۔ البتہ مقتضائے بشریت اور بسبب دنیاوی انہاک کبھی کوئی خطرہ (خیال) غلط ہو تو ہو ورنہ تصفیہ و تذکیہ یافتہ دلوں میں خطرات بطور الہام پیدا ہوتے ہیں جو ہر حال میں درست ثابت ہوتے ہیں اور جو دل عدم تصفیہ و تذکیہ صاف نہیں ہوتے ان پر خطرات کا ورود بہت کم ہوتا ہے اور اکثر غلط ہوتے ہیں۔ البتہ کبھی بہ مشیت ایزدی ایسا خطرہ (خیال) بھی وارد ہو جاتا ہے جس کا وقوع بعینہ ویسا ہی ہوتا ہے۔

یہی باطنی قوت بچوں میں خورد سالی کے سبب زیادہ ہوتی ہے، اس لئے کہ عالم ظاہری کے تعلقات (جو عالم باطن کے لئے حجاب ہیں) اس حالت میں بہت کم عارض ہوتے ہیں، اور آئینہ دل کمسنی اور تعلقات عالم ظاہر کی کمی کے باعث صاف ہوتا ہے۔ جس قدر سن بڑھتا جاتا ہے اور عالم ظاہر کے تعلقات زائد ہوتے جاتے ہیں دل کی صفائی کم ہوتی جاتی ہے اسی طرح باقی استعداد (باطنی قوت) بھی کم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب حد بلوغ کو پہنچتا ہے اور جرائم و معاصی کا مرتکب ہونے کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی غذاؤں اور نیند کی کثرت اور اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کی وجہ سے ظاہری دل (جو باطنی دل کی سواری ہے) کے گرد چربی پیدا ہو جاتی ہے اور شیطان اس میں اپنا گھر بنا لیتا ہے تو اس وقت یہ

استعداد بہت ہی کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آفتاب روح سیئات اور معاصیات کی تاریکیوں میں چھپ جاتا ہے۔ لیکن طاعات وعبادات اور کثرت ریاضت سے گناہوں کی تاریکی نور سے بدل جاتی ہے اور آفتاب روح ظلمت جرائم سے نکل کرتابان ودرخشاں ہو جاتا ہے۔ کثرت شب بیداری اور روزے کی گرمی سے وہ چربی جو ظاہری دل کے گرد جم گئی ہوتی ہے پگھل جاتی ہے اور آئینہ دل بھی صاف وشفاف ہو جاتا ہے۔ اور استعداد باطنی (باطنی قوت) زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ موجود بالفعل ہو کر تجلیات ربانی اور مشاہدہ جمال خداوندی کا سبب بن جاتی ہے' اور انسان بیداری میں بھی ایسے عجائب وغرائب دیکھتا ہے کہ جن کا ادراک حواس ظاہری سے کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک
نقشہا بینی بروں از آب و خاک

جب یہ معلوم ہوگا کہ ظاہری حواس کے ساتھ باطنی حواس بھی ہیں اور یہ کہ ہر نبی اور ہر ولی میں عام آدمیوں کی عقل وروح کے علاوہ ایک اور روح (حاسۂ روحانی یا قوت باطنی) ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے علم (علم لدنی) کو حاصل کرتی ہے تو اب یہ معلوم کرنا باقی رہ گیا کہ علم لدنی کی آنے کی کیا کیا صورتیں ہیں۔ لہٰذا آئندہ سطور میں ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ ان تمام صورتوں پر بحث کی جائے گی۔ سب سے اوّل یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ قرآن حکیم نے بندوں سے اللہ کریم کے کلام فرمانے کے کیا کیا طریقے بیان فرمائے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ
اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ؕ

(پارہ ۲۵ سورۂ شوریٰ: آیت ۵۱)

''اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے طور پر یا یہ کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اسکے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے۔''

اقسام وحی

علم لدنی کی پہلی صورت وحی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ وحی کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ

وحی چہ بود؟ گفتن از حس نہاں

وحی کیا ہے؟ پوشیدہ حس کے ذریعے سے کہنا یہ حس نبی اور ولی دونوں میں ہوتی ہے فرق یہ ہے کہ نبی حس مخفی کے ذریعے جو کہتا ہے وہ وحی ہے اور ولی جو کہتا ہے وہ الہام ہے۔ اولیاء کے الہامات پر لفظ وحی کا اطلاق نہیں کیا جاتا مگر مجازاً الہام کو وحی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن فرق مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے انبیاء کے لئے وحی اور اولیاء کے لئے الہام کا لفظ استعمال کرنا چاہیے۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

آگے چل کر ان شاء اللہ یہ معلوم ہو جائے گا کہ ایسا کرنا صرف فرق مراتب کی بنا پر ہی نہیں بلکہ حقیقتاً لفظ وحی کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وحی اور الہام میں بڑا فرق ہے۔

اور اگر اولیاء کے لئے وحی کے لفظ کا اطلاق مجازاً کرنا مقصود ہو تو ایسی صوت میں صرف ظاہری اعتبار سے وحی کے لفظ کا اطلاق ہوتا نہ کہ حقیقی اعتبار سے اس لئے کہ نبی کے لئے جن اقسام کی وحی کا ثبوت ملتا ہے ولی کے لئے ا تمام قسموں کے ذریعہ پوشیدہ حس سے ادراک کا ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ القا' الہام' کشف' خواب وغیرہ کہ یہ بھی اقسام وحی ہیں' کے ذریعے سے یہ ادراک واضح ہوتا ہے۔

نبی حس مخفی (حاسہ روحانی) کے ذریعے جو کہتا ہے وہ ایک ایسا علم ہے جو اسے بارگاہ رب العزت سے عطا ہوتا ہے اور وہ دنیاوی علوم وفنون کی طرح تعلم و تعلیم سے حاصل نہیں ہوتا۔

مولانا شبلی نعمانی سوانح مولانا روم میں اس کے ثبوت میں محدث ابن حزم کا ایک

استدلال پیش کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب الملل والنحل میں تحریر کیا ہے۔ ذیل میں اسکا اردو ترجمہ کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: "تو بداہتہ" ثابت ہوا کہ ایک یا متعدد انسان ضرور ایسے ہوں گے جن کو خدا نے یہ فنون اور صناع بغیر کسی معلم کے خود سکھائے ہوں گے۔

اور یہی نبوت کی صفت ہے۔"

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی مجددی نقشبندی مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر اول جلد سوم کے ص ۸۷ پر انبیاء علیہم السلام کے علوم کا عوام کی عقل سے بالاتر ہونا مندرجہ ذیل سطور سے ثابت کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

"پس انبیاء علیہم السلام کا علم جو ذات الٰہی سے تعلق رکھتا ہے لامحالہ تعلیم الٰہی پر موقوف ہے جس کو لامعقول ولامحسوس کہتے ہیں کیونکہ عقل اپنے اس مبداء کی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتی جو اس کی ذات پر موثر ہے پس جب عقول اپنے مبداء کے ادراک سے عاجز ہے تو ذات الٰہی کی کہنہ کیونکر ادراک کرسکتی ہیں اس سے ثابت ہوا کہ علوم انبیاء لامعقول ولامحسوس ہوتے ہیں؟

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تعلیم الٰہی کی پہلی صورت وحی ہے۔ اب یہ دریافت طلب امر ہے کہ وحی کی کتنی قسمیں ہیں علماء ومحدثین کے فرمان کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی طرح سے وحی آتی تھی۔

اوّل:

کبھی تو جبرائیل علیہ السلام انسان کی صورت میں متمثل ہوکر آپ کو کلام الٰہی پہنچاتے تھے۔

دوم:

کبھی آپ پر وحی کی آمد اس طرح ہوتی تھی کہ آپ لیٹ جاتے تھے اور آپ کو کپڑا اڑھادیا جاتا تھا جب آپ اٹھتے تھے تو سخت سردی کے موسم میں بھی پسینے میں نہائے ہوئے ہوتے تھے۔

مطلب یہ کہ وحی کی اس صورت میں جب تک آپ لیٹے رہتے تھے تعلیم الٰہی جاری رہتی تھی اور آپ اسے حاصل کرتے رہتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ایک دفعہ نزول وحی کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے زانو پر تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ میری ران بوجھ کے مارے ٹوٹ جائے گی" جب سورہ مائدہ نازل ہوئی تو اس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے اور اونٹ ثقل اور گرانی کی وجہ سے زمین پر بیٹھا جاتا تھا یہ ثقل و گرانی وحی کی وجہ سے تھی نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہر قسم کی وحی میں آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔ مگر کسی وحی میں یہ تکلیف شدت کے ساتھ ہوتی۔

سوئم:

وحی کی ایک قسم یہ تھی کہ آپ کے گوشہائے اقدس میں گھنٹی کی طرح آواز آتی تھی۔ آپ فرماتے ہیں "یہ حالت وحی میرے لئے سب سے زیادہ گراں ہوتی ہے"۔ جب آپ کو پیغام الٰہی پہنچ جاتا تو یہ حالت جاتی رہتی۔

مقام غور ہے کہ گھنٹی کی آواز سے کیا سمجھا جا سکتا ہے۔ عام انسان کو صرف یہی سمجھیں گے کہ گھنٹی کی آواز آرہی ہے۔ حالانکہ وہ محض ایک آواز ہی نہیں تھی بلکہ تعلیم الٰہی کا ایک ذریعہ تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ اگر کوئی کراچی سے لاہور کسی عزیز کو بذریعہ تار کوئی اطلاع دینا چاہے تو وہ کسی تار گھر میں آکر تار بابو سے عرض مدعا کرے گا تار بابو ایک فارم پر اس سے عبارت تحریر کروا کر اپنے قانون و قاعدے کے مطابق رقم وصول کر کے تار کے الفاظ لاہور کے تار گھر میں پہنچا دے گا۔ اور وہیں سے تار بھیجنے والے عزیز کو تحریری طور پر اس کی اطلاع کر دی جائے گی کراچی سے تار بابو لاہور کے تار گھر میں جو اطلاع بھیجے گا وہ ٹیلیفون یا وائرلیس وغیرہ کے ذریعے نہیں پہنچے گی بلکہ اپنی میز پر بیٹھا بیٹھا مشین کے ایک بٹن کو بار بار دباتا جائے گا اور کھٹ کھٹ کی آواز آتی جائے گی۔ بجلی کے تاروں کے ذریعے سے کراچی اور لاہور کے تار گھروں کا تعلق پہلے سے قائم ہے یہ کھٹ کھٹ کی آواز بعینہ لاہور کے تار گھر

میں سنائی دی جا رہی ہے اور وہاں بھی ایک کلرک بیٹھا ہوا ہے اور وہ اس آواز کو سن رہا ہے۔ کراچی کے تار گھر کا کلرک بٹن دبا کر تار کا مفہوم پہنچا رہا ہے اور لاہور کے تار گھر کا کلرک اس بٹن کی آواز (کھٹ کھٹ) کو سنکر اس کے مفہوم کو سمجھ کر الفاظ کا جامہ پہنا رہا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے مقدس کانوں میں گھنٹی کی آواز آتی تھی حضور ﷺ کا رب تعالیٰ کے ساتھ اور رب تعالیٰ کا حضور ﷺ کیساتھ تعلق قائم تھا۔ رب تعالیٰ جانتے تھے کہ اپنے محبوب علیہ السلام کو کیا تعلیم دے رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سمجھتے تھے کہ اللہ کریم جل شانہٗ وعم نوالہٗ اعظم برہانہٗ کیا ارشاد فرما رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ تعلیم الٰہی کے مفہوم کو سمجھتے جاتے تھے اور پھر اسی مفہوم کو عربی الفاظ کا جامہ پہنا دیتے تھے۔ یہی قرآن حکیم ہے رب العزت فرماتے ہیں اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ قرآن البتہ بزرگ (رسول اللہ ﷺ) کا قول ہے اور اس قول میں جو مفہوم اور مطلب پوشیدہ ہے وہ وحی الٰہی ہے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ کا کلام بے صوت اور الفاظ و حروف سے پاک ہے مذکورہ بالا تشریح سے اس عقیدہ کی بفضلہٖ تعالیٰ حقیقت واضح ہوگئی ہے۔

چہارم

وحی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ آپ کو سچے اور اچھے خواب آیا کرتے تھے تفصیل ان شاء اللہ اپنے موقع پر بیان ہوگی۔

پنجم

بغیر کسی واسطے کے احکام کا نازل ہونا (جیسا کہ معراج کی رات رب تعالیٰ نے بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے کلام فرمایا اور نماز پنجگانہ فرض کی)

ششم

فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آئے اور پیغام الٰہی پہنچائے (چنانچہ جبرائیل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں متعدد بار حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں)

ہفتم

صرف آواز کے ذریعے سے کسی مشاہدہ کے بغیر پردے کے پیچھے سے حکم خداوندی پہنچے (جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے پردہ عظمت کے پیچھے کھڑے ہوکر رب تعالیٰ کا حکم سنا اس پردہ سے مراد سامع کا دنیا میں دیدار محبوب ہوتا ہے)۔

ہشتم

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں پیغام ربانی ڈالا جائے۔ جسے القا کہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جبرئیل نے میرے دل میں دکھائی دیئے بغیر یہ بات ڈالی کہ کوئی انسان اپنا پورا رزق کھائے بغیر نہیں مرتا۔"

نہم

خواب یا بیداری کے عالم میں کشف کے ذریعے حکم الٰہی بتایا جانا اسے الہام بھی کہتے ہیں۔

ایک اعتراض

بعض طبیعتوں میں یہ خیال آتا ہے اور اس خیال کا آنا بادی النظر میں غلط بھی نہیں تا کہ وحی تو ایک ایسی چیز ہے کہ جو انبیاء کرام کے علاوہ اور لوگوں پر بھی آتی ہے۔ آدمیوں تو کیا ذکر شہد کی مکھیاں بھی وحی الٰہی سے محروم نہیں رہیں ہیں جیسا کہ قرآن حکیم نے بیان یا ہے:

وَ اَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحۡلِ ۔

"اور وحی کی پروردگار نے شہید کی مکھی کی طرف"۔ (پارہ نمبر ۱۴ سورۃ النحل: آیت ۶۹)

جب یہ ظاہر ہے کہ وحی شہد کی مکھی کے پاس بھی آئی ہے تو انبیاء کی وحی میں تخصیص ہے اور کیوں ان کے ارشادات پر عمل کرنا ضروری سمجھا گیا ہے؟ اگر یہ کہا جائے

کہ انسان اور شہد کی مکھی میں بڑا فرق ہے۔ تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انبیاء کے علاوہ لوگوں پر بھی وحی آتی رہتی ہے۔ جیسے موسیٰ کی والدہ کے پاس' چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى۔

''اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف''۔ (پارہ نمبر ۲۰ سورۂ قصص: آیت ۷)

اسی طرح سورۂ مریم میں آتا ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح القدس آئے اور کہا میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ (پارہ نمبر ۱۶ سورۂ مریم: آیت ۱۹)

کہ میں تمہیں (خدا کے حکم سے) ایک نفس اور صاف ستھرا صاحبزادہ دے جاؤں''۔

ان آیات بینات سے یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ام موسیٰ پر بھی وحی بھیجی ہے۔ اور حضرت مریم پر بھی بلکہ حضرت مریم پر بھی بلکہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس روح القدس کا (حضرت جبرئیل علیہ السلام) آنا اور باتیں کرنا بھی صاف صاف ثابت ہو گیا ہے کہ جب یہ دونوں مبارک نبی نہیں تھیں تو ان پر وحی آنے کے کیا معنی تھے لہٰذا صرف وحی کی وجہ سے ہم کسی کو نبی کیونکر سمجھ لیں؟

دوسرا اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ انبیاء پر جن طریقوں سے احکام باری تعالیٰ آئے اور جس طرح رب تعالیٰ نے ان سے باتیں کیں ان طریقوں کو تو آپ لفظ وحی سے منسوب کرتے ہیں مگر اور لوگوں پر جو وحی آئی اسے آپ کشف' الہام اور القاء وغیرہ کا نام دیتے ہیں حالانکہ قرآن حکیم نے دوسروں کی وحی کو بھی وحی کہا ہے۔ کشف و الہام نہیں کہا اس کی کیا وجہ ہے؟ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم فرماتے ہیں ''تا عامہ نفرت نہ گیرند' نام علیحدہ نہادہ شد''۔ یہ کہ دوسروں کی وحی کا نام القا و الہام اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ اس اشتراک لفظی کی وجہ سے عوام نفرت نہ کریں لہٰذا فرق مراتب کے لحاظ سے اصلاح یہ قرار پا گئی کہ انبیاء کو وحی اور دوسروں کی وحی کو الہام کہتے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی عوام کے پاس خاطر کی ضرورت نہ تھی جب کہ خود قرآن مجید نے یہ احتیاط نہ کی قرآن مجید میں خود حضرت موسیٰ

عَلَيْهِ السَّلَام کی ماں کی نسبت وحی کا لفظ آیا وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی حالانکہ یہ مسلم ہے کہ وہ پیغمبر نہ تھیں۔

ثبوت الہام

مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ قرآن حکیم نے اس مسئلہ میں کوئی احتیاط نہیں کی اور یہ کہ غیر نبی کی وحی کو بھی وحی کہنا از روئے قرآن درست صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید نے اس مسئلہ کی وضاحت کر دی ہے۔ اور غیر نبی کی وحی کو الہام فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔

"اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا ہے پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری دل میں ڈال دی۔" (پارہ ۳۰ سورۂ شمس: آیت ۷،۶)

مطلب یہ کہ انسان کے اعضاء وغیرہ درست کر کے اسے قوائے کثیر مثل نطق سمع، بصر، فکر، خیال، علم وفہم سب کچھ عطا فرمایا ہے۔ (کنز العرفان) پھر بذریعہ الہام واعلام اس نفس کو اس کی بدکاری و پرہیزگاری بیان کی۔ (تفسیر حسینی)

ثابت ہوا کہ نبی اور غیر نبی کی وحی کے لئے لفظی اشتراک کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح نبی اور غیر نبی میں فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یہ اعتراض پیدا ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی وحی میں کیا تخصیص ہے؟ اور صرف وحی کی بنا پر کسی کو نبی کو کیونکر مانا جائے۔ جب کہ وحی فلاں فلاں پر ہوئی ہے اور وہ نبی نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں آیا:

وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ۔

"اور ڈراتا ہے اللہ تمہیں اپنے نفس سے"۔ (پارہ ۳ سورۂ آل عمران: آیت ۳۰)

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔

"ہر نفس موت کا مزہ چکھے گا"۔ (پارہ ۴ سورۂ آل عمران: آیت ۱۸۵)

کیا ہر نفس اور اللہ تعالیٰ کے نفس کو لفظی اشتراک کی بناء پر مساوی درجہ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۔ ہر نفس سے مراد ہر جان اور یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ۔ میں نفس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذت سے ڈراتا ہے اور معاصی کے ارتکاب سے روکتا ہے تاکہ تم اس عذاب سے بچو جو محض اس کی شان قہاریت کی وجہ سے صادر ہوگا۔ پس جہاں بھی رب تعالیٰ کی شان میں لفظ نفس مستعمل ہوگا وہاں اس کے معنی ذات باری تعالیٰ ہی کے لئے جائیں گے۔ لہٰذا یہ لفظی اشتراک محض ظاہری اعتبار سے ہوا۔ حقیقی اعتبار سے نہیں یہی حقیقت نبی اور غیر نبی کی وحی میں پنہاں ہے۔ ظاہری اعتبار سے ایسا کہنا بالکل غلط ہوگا۔ اس لئے کہ نبی پر جو وحی آتی اس کی کیفتیں اس وحی سے بالکل جدا ہیں کہ جو وحی غیر نبی پر آتی ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اصل بات تو یہ ہے کہ غیر نبی کی وحی کے لئے مجازاً بھی وحی کا لفظ استعمال نہ کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ غیر نبی کی وحی کے لئے قرآن حکیم نے الہام کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اس لئے اسی لفظ کو ترجیح دینا بہتر ہے تاکہ فرق مراتب قائم رہے۔

اس اعتراض کا ایک جواب حضرت مولانا حافظ محمد حمید اللہ صاحب ماہر دہلوی نے اپنی تصنیف ''رؤف الرحیم'' کے صفحہ ۴۳۲ پر تحریر فرمایا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ مزید وضاحت ہو جائے۔ مولانا فرماتے ہیں:

''ذرا گہری نظر ڈالئے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ اعتراض ہی سرے سے غلط ہے اس لئے ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ ۚ

(پارہ ۶ سورۂ نساء: آیت ۱۶۳)

یقیناً ہم نے آپ پر وحی کی جیسے کہ نوح اور ان کے بعد کے نبیوں پر وحی کی تھی۔

لیجئے یہ شبہات خداوند قدوس ہی نے دور فرمادیئے۔ اگر صرف

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ۔ (پارہ ۶ سورۂ نساء: آیت ۱۶۳)

فرماتے تو بے شک اعتراض کی جگہ تھی۔ کہ آپ پر وحی کی تو شہد کی مکھیوں موسیٰ علیہ السلام کی ماں اور حضرت مریم پر بھی وحی کی' بلکہ آسمانوں پر بھی وحی آئی پھر اس صورت میں صرف وحی کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو سید الاولین و آخرین کس طرح مانا جائے۔ اور اگر آپ کو فخر دو عالم تسلیم کرلیں تو شہید کی مکھیوں کو کیا سمجھیں۔ یا آسمان کو کیا کہیں؟ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک ماؤں کو کیا خیال کریں؟ لیکن علام الغیوب یہ سب کچھ جانتا ہے۔ سب ہی تو ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

''ہم نے آپ پر اسی طرح وحی کی جس طرح نوح اور ان کے بعد کے نبیوں پر بھیجی تھی''۔ (پارہ ۶ سورۂ نساء: آیت ۱۶۳)

لیجئے صاحب ثابت ہو گیا کہ انبیاء اور دوسرے لوگوں کی وحی میں زمین آسمان کا فرق ہے اگر کسی انسان' آسمان یا شہد کی مکھی کے متعلق بھی یہ آیات ہوئی کہ ہم نے ان پر اس طرح وحی کی جس طرح نبیوں پر کی تھی مثلاً یوں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰى كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

(پارہ ۶ سورۂ نساء: آیت ۱۶۳)

تو بے شک معترضین کے اعتراضات بجا تھے۔ لیکن حق تبارک وتعالیٰ شانہ نے پہلے ہی آپ کو وحی کی تخصیص فرمادی کہ جس طرح اور نبیوں پر وحی آتی رہی' اسی طرح ہم نے آپ پر بھی وحی بھیجی۔

خدا کا براہ راست پیغام پہنچانا' فرشتے کا اپنی شکل میں آنا۔ یا انسان کی صورت میں پیغام الٰہی لانا' گھنٹی کی طرح آواز کی صورت میں نزول وحی ہونا' ندائے غیبی بلا کسی مشاہدے کے آنا' وحی کی یہی قسمیں اعلیٰ درجہ کی قسمیں ہیں۔ خواب یا بیداری میں اسرار غیبی

کے معلوم ہونے کا نام مکاشفہ یا الہام ہے جو اولیاء کرام کو ہوتا ہے جو بات خود بخود دل میں آئے اسے القا کہتے ہیں۔ جو عام مسلمانوں پر بھی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آسمان، شہد کی مکھیوں وغیرہ کو جس قسم کی وحی آئی وہ القا یا الہام یا مکاشفہ تھا۔ جو وحی کی ادنیٰ قسم ہے اور جس کے بغیر دنیا کا کام نہیں چل سکتا۔ ہوا کو حکم ہوتا ہے تو وہ چلنے لگتی ہے اسی طرح پانی کو حکم ہوتا ہے کہ بہہ تو وہ بہہ نکلتا ہے۔ خدا کے حکم سے ہی زمین کے درخت اور درخت پھل اور پھول پیدا کرتے ہیں، تمام دنیا پر نظر ڈالی جائے یہی معلوم ہوگا کہ کائنات کا ہر ذرہ حکم الٰہی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے جسے جس طرح حکم ہوتا ہے وہ اسی طرح حکم الٰہی بجالاتا ہے دنیا کی تمام چیزیں محض انسان کی آسائش کے لئے پیدا کی گئی ہیں تو ان سب چیزوں پر جدا جدا احکام نازل ہوتے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہاں سے افضل پیدا فرمایا۔ پس جس طرح اس افضل ترین مخلوقات اور اعلیٰ ترین انبیاء کرام میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی طرح دونوں کی وحی میں بھی فرق بین ہے۔ انبیائے خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اعلیٰ درجے کی وحی ہے کہ خود جبرائیل ایک دفعہ نہیں اکثر اوقات دربار رسالت میں آکر پیغام الٰہی پہنچاتے تھے اور دوسری چیزوں کی وحی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایک بات ڈالی اور انہوں نے اس پر عمل کر لیا۔

حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب ماہر دہلوی نے نبی اور غیر نبی کی وحی میں تفصیل کے ساتھ جو فرق ثابت کیا ہے اس کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی۔ تاہم نفس مضمون سے متعلق ایک بات اور بھی کہی جا سکتی ہے جس سے انبیاء اور دوسروں کی وحی کا فرق ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ انبیاء پر جو وحی ہوئی ہے وہ صرف ان کی ذات کے متعلق ہی نہ تھی۔ بلکہ اس کا تعلق ان کی امتوں سے بھی ہوتا تھا۔ اور حضور اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ و سفید کی طرف رسول بن کر تشریف لائے اس لئے آپ کی وحی کا تعلق تمام کائنات سے ہے۔ غیر نبی کی وحی (جو صرف مکاشفہ القا اور الہام کی صورت میں ہے) کا تعلق صرف ان کی اپنی ذات سے ہے۔ اور یہ بھی ایک فرق عظیم

اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ وحی کے جتنے طریقے ہیں ان میں بعض طریقوں سے انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل ہوئی مگر رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب طریقوں سے وحی ہوئی نیز یہ حقیقت بھی روشن ہوگئی کہ ان طریقوں میں بعض ایسے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہیں ان طریقوں سے کسی دوسرے نبی پر وحی نازل نہیں ہوئی مثلاً گھنٹی بجنا اور جبرائیل علیہ السلام کا اصلی صورت میں رب تبارک وتعالیٰ کا پیغام لانا اس بحث سے یہ پتہ بھی چل گیا کہ وحی کے طریقوں میں بعض ایسے طریقے ہیں (مثلاً خواب، الہام، القاء وغیرہ) کہ ان کے ذریعے سے انبیاء کے علاوہ عام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچتا ہے اور اس پیغام کو علم الٰہی یا علم لدنی کہتے ہیں۔

حقیقت خواب

خواب بھی ایک ذریعہ ہے کہ جس سے باطنی علم حاصل ہوتا ہے وہ اس طرح کہ جب آدمی سو جاتا ہے اور اس عالم ظاہر سے پوری غفلت ہو کر قویٰ اور حواس ظاہری جن کا تعلق علم ظاہر سے ہے معطل اور بے کار ہو جاتے ہیں خصوصاً حواس ظاہری کی راہیں جن سے ادراک متعلق ہے بند ہو جاتی ہیں اس وقت غلبہ نوم (نیند) میں استعداد باطنی (باطنی قوت یعنی حاسہ روحانی) جو انسان میں موجود بالقوۃ ہوتی ہے موجود بالفعل ہو کر جملہ قویٰ و حواس باطنی کے ساتھ کھل جاتی ہے اور انسان کو باطنی حالات معلوم ہونے لگتے ہیں اور عالم ملکوت ولوح محفوظ سے غیبی حالات کشف ہونے لگتے ہیں۔ اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہوتا ہے وہ بھی کشف ہو جاتا ہے اور پھر حالت بیداری میں کشف خواب کے مطابق خود بخود واقع ہوتا ہے یہاں تعبیر معلوم کرنے کے بعد بعینہ ظہور میں آتا ہے۔

اس سے یہ حقیقت کھلی کہ خواب کے معاملات علم ظاہر سے متعلق نہیں بلکہ ان کا تعلق علم باطن سے ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر یہ معاملات جس طرح خوب میں دیکھے تھے بالکل اسی طرح بیداری میں کس طرح وقوع میں آئے؟ خواب میں تو علم ظاہری جاتا رہا اور اس کے حاصل کرنے کے تمام آلات یعنی قوی وحواس ظاہری نرم اور سست پڑ گئے یہاں تک

کہ ان کی راہیں بھی مسدود ہو گئیں اور خواب میں جو کچھ دیکھا حالت بیداری میں بالکل وہی کچھ نظر آ گیا تو اس کے ساتھ یہ معنی ہیں کہ واقعات آئندہ جو خواب میں منکشف ہوئے وہ علم باطن ہی سے تعلق ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ معاملات خواب محض خیالی یا بے اصل ہوتے ہیں اور ان کا واقعہ ہونا حس مشترک اور حس متخلیہ سے تعلق رکھتا ہے اس طرح پر ہے کہ خواب کے وقت خیالی صورتیں حس مشترک میں منقوش ہوتی ہیں اس لئے حس مشترک ان تمام صورتوں میں شکلوں کو جنہیں حواس ظاہری ادراک کرتے ہیں اپنے اندر لے لیتی ہیں اور نفس ناطقہ پر پیش کرتی رہتی ہیں۔ نین میں حس مشترک کا نفس ناطقہ پر پیش کرنے کا عمل موقوف ہو جاتا ہے۔ مگر قوت متخیلہ جو ان تمام صورتوں کو یاد رکھتی ہے جو حواس ظاہری کے ذریعے سے حس مشترک میں آتے ہیں اور یہ کہ قوت متخیلہ بیداری کے وقت حس مشترک پر خارج سے صور متعددہ کے توارد اور عقل و وہم کے غلبہ کی وجہ سے اپنی یاد رکھی ہوئی صورتوں کے نقوش حس مشترک پر پہنچانے کی قوت نہیں رکھتی مگر جب خواب میں حس مشترک پر صور و اشکال خارجہ کا توارد منقطع ہوا اور اس نے حس مشترک کو خالی پایا تو اپنے منقوشات اسے پہنچانا شروع کر دیئے اسی سبب سے خواب میں طرح طرح کی صورتیں معلوم ہونے لگتی ہیں اور عجیب و غریب حالات دکھائی دینے لگتے ہیں یہی خواب کے معاملات و واقعات کی اصل ہے اس کے سوا کوئی اصل نہیں۔

حضرت خواجہ سید ابوالحسن احمد نوری قادری ماہر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''کشف القلوب'' میں اس اعتراض کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ان حواس کو بوقت خواب ادراک میں کوئی مداخلت نہیں جب خواب میں آئندہ کے حالات و واقعات مدرک ہوتے ہیں اور دیکھے ہوئے کے مطابق صحیح اور درست واقع ہوتے ہیں اگر یہ محض تخیلی اور بے اثر ہوتے اور ان کا ادراک انہی حواس مذکورہ سے متعلق ہوتا تو ایسا ہونا چاہیے تھا کہ حالات صحیہ مکشوف ہی نہ ہوتے۔ کیونکہ بقول

معترض یہ حالت مشترک اور حس متخلیہ سے متعلق ہیں اور حس مشترک حواس ظاہری سے
محسوس ہونے والی صورتوں اور شکلوں کو اپنے اندر سما لیتی ہے اور قوت متخلیہ ان تمام
صورتوں کو یاد رکھتی ہے۔ اور یہ سب حالت بیداری کی کیفیتیں ہیں جو وقوع میں آتی
ہیں اب اگر بحالت خواب قوت متخیلہ حس مشترک کو خالی پا کر اپنے نقوش اس کو پہنچاتی
ہے اور اس میں یہ نقوش حس مشترک ہی سے لے کر محفوظ کیئے ہیں اور حس مشترک نے
حواس خمسہ ظاہری سے اور یہ بیداری میں ظہور میں آچکے ہیں اب دوبارہ حالت نوم میں
ان کا ظاہر ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ ان کو تو اب مکشوف ہونا ہی نہ چاہئے تھا۔ مولف اور
جب حالات صحیہ مکشوف ہوتے ہیں تو ان حواس معاملات خواب کا مدرک ثابت نہیں
ہوتا۔"

کہا جاتا ہے کہ اکثر خواب محض تخیل ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اور بہت کم خواب
ایسے ہوتے ہیں جو صحیح ہوں۔ لہٰذا اکثر اکثر کے مقابلہ میں لائق اعتبار نہیں۔ اس کا سبب یہ
ہے کہ خواب کی صحت کی بہت سی شرطیں ہیں جن میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتیں ان کے
خواب اکثر تخیلی اور بے اصل ہوتے ہیں اور جن لوگوں میں یہ شرائط پائی جاتی ہیں ان کے
خواب اکثر صحیح اور درست ہوتے ہیں۔ اور کمتر غلط۔ "کشف القلوب" میں اس کی وجہ یہ لکھی
ہے کہ بمقتضائے بشریت اور اس علم ظاہری کے تعلقات جو عالم باطنی کے لئے حجاب ہیں
کوئی خواب غلط یا خطا ہو جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور انبیاء علیہم السلام کے خواب محض نقوش
قدسیہ ہوتے ہیں لہٰذا کبھی غلطی اور خطا واقع نہیں ہوتی۔

گزشتہ سطور میں یہ بتایا گیا ہے کہ خواب کی صحت و عدم صحت کی شرائط ہیں کہ
اگر وہ خواب دیکھنے والے میں پائی جائیں تو خواب ان شاء اللہ صحیح ہوگا۔ اور عالم بیداری
میں جلد یا بہ دیر اسکا وقوع ہوگا اور اگر خواب دیکھنے والا ان شرائط سے خالی ہے تو اس کا خوب
محض ایک تخیل اور بے اصل ہوگا۔ ذیل میں اب ان شرائط کو لکھا جاتا ہے تا کہ خوابوں کے صحیح
اور غلط ہونے کا اصل معیار معلوم ہو سکے اور یہ پتہ چل جائے کہ صحیح خواب آنے کی کیا

صورتیں ہیں؟ اور غلط خواب کن وجوہات کی بناء پر آتے ہیں؟

وہ اسباب جن کی بنا پر خواب سچے اور اچھے ہوتے ہیں۔ ان میں بعض نفس کے متعلق، بعض بدن کے متعلق اور بعض نفس و بدن دونوں کے متعلق ہیں ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

متعلق بہ نفس

(۱) اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کی طرف متوجہ رہنا (۲) عالم روحانی کی طرف نفس کی رغبت ہونا (۳) نواقض سے نفس کی طہارت اور مشاغل دنیاوی سے اعراض کرنا۔

متعلق بہ بدن

(۱) بدن کا صحیح ہونا (۲) مزاج اور دماغ کا اعتدال پر ہونا

متعلق بہ نفس و بدن:

(۱) مزاج شخصی اور دماغ کا معتدل ہونا

(۲) اور امر الٰہی میں افراط و تفریط کے درمیان اعتدال کی نگاہ رکھنا۔

(۳) اول شب سے سونے کے وقت تک بے ضرورت اشغال میں مشغول نہ ہونا

(۴) اطاعات و عبادات کا بجالانا۔

(۵) ہمیشہ باوضو رہنا

(۶) کثرت سے صدقہ و خیرات کرنا

وہ اسباب جن کی بنا پر خواب برے اور غلط ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں:

(۱) نفس کا لذائذ دنیا کی طرف مشغول ہونا

(۲) مزاج شخصی اور دماغ کا معتدل نہ ہونا

(۳) قوت متخلیہ کا تخیلات فاسدہ میں مشغول ہونا

(۴) شہوات میں عاجز ہونا

(۵) رموز نامشروع میں حریض ہونا۔ (از کشف القلوب)

پس جو خواب دیکھنے والا اچھی اور پاکیزہ شرائط (جو مذکور ہوئی ہیں) کے ساتھ تصفیہ وتذکیہ قلب رکھتا ہے' تو اس عالم ظاہری کے تعلقات صفائی قلب ونفس کی وجہ سے کم عارض ہوں گے اور وہ استعداد باطنی کے ذریعے سے حالات علم باطنی سے عالم مثال میں صحیح مطلع ہوگا۔ پاک ولطیف ارواح سے ملاقات کرے گا۔ اور تجلیات ربانی کے مشاہدہ سے خواب میں مشرف ہوگا۔ اکثر بزرگوں نے عالم مثال میں بذریعہ خواب جمال خداوندی کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور اہل سنت کا مذہب بھی یہی ہے کہ جناب مثال احادیث کی رویت اس عالم ظاہر میں وقت خواب عالم مثال میں صحیح اور درست ہے۔

اگر خواب دیکھنے والا ان بری شرائط (جو مذکور ہوئی ہیں) کا شکار ہے تو اسے تصفیہ وتذکیہ قلب ہرگز حاصل نہ ہوگا۔ اور عالم ظاہری کے تعلقات صفائی قلب نہ ہونے کی وجہ سے کثرت سے عارض ہوں گے۔ اسکا نفس بھی مغلوب نہ ہوگا۔ ایسا شخص قوت علم باطنی کے ضعف کی وجہ سے' حالات علم باطنی سے صحیح آگاہ نہ ہوگا۔

حضرت خواجہ ابوالحسن نوری قادری المقلب بہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کشف القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "ایسے لوگ شاذو نادر علم باطنی کی قوت جو ہر فرد بشر میں بالقوۃ موجود ہوتی ہے کی مدد سے خواب کی حالت میں اس عالم (عالم باطنی) سے صحیح طور پر مطلع وہ جایا کرتے ہیں۔ اور ایسا بہت کم واقع ہوتا ہے۔ جو قابل اعتبار نہیں"۔

صوفیائے کرام کی نظر میں خواب میں کیا حقیقت ہے؟ اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مارہروی قدس اللہ سرہ' العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ "صوفیائے کرام کے نزدیک خواب عالم مثال سے ہے۔ جو عالم اجسام اور عالم ارواح کے درمیان ایک نورانی عالم ہے اور وہ اس عالم کی جمیع صور پر مشتمل ہے۔ اور یہ عالم باعتبار محسوس مقداری ہونے کے عالم اجسام سے مناسبت رکھتا ہے اور باعتبار لطافت ونورانیت کے عالم ارواح سے مشابہ ہے۔ اور جو کچھ کہ اس علم ظاہری میں ہوگیا یا مثال مطلق تک پہنچ چکا' تو جو کچھ اس میں

مشاہدہ کرے گا سب درست اور صواب ہوگا۔اور جب خواب میں قوت مشترک اور قوت
متخلیہ کا دخل ہوگا تو کبھی صواب ہوگا اور کبھی اس میں خطاء کا احتمال ہوگا اور چونکہ عالم مثال
عالم ظاہر کی طرح ہے اس لئے جو کچھ خواب میں مکشوف ہوتا ہے وہ ظاہری صور کے لباس
میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔''

انبیاء علیہم السلام کے خواب بمنزلہ وحی کے ہوتے ہیں۔اور اینا ہی احادیث بلکہ قرآن
مجید سے ثابت ہے اور یہاں احتمال کذب ممکن ہی نہیں۔اولیاء وصلحاء کے خواب انبیاء علیہم السلام
کے خواب سے درجہ کے اعتبار سے اگرچہ کم ہیں مگر ان کے خواب بھی غلطی سے دور ہوتے
ہیں۔اس لئے کہ یہ خواب الہام الٰہی کے تحت واقع ہوتے ہیں۔

صحیح خواب کبھی کبھی کافر کو بھی آسکتا ہے۔مگر مومن اور کافر کے خواب میں
بہت بڑا فرق ہے حضرت خواجہ سید ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ حسب ذیل بیان
فرماتے ہیں۔

''مومن کے خواب کو اس کی روح قوت باطنی کی مدد کے ذریعہ سے الہام الٰہی
کے موافق دیکھتی ہے اور یہ خواب انبیاء وصلحا کو حسب مراتب مختص ہے۔اس قسم کے خواب کو
خواب صالح کہتے ہیں اور کافر کا خواب اس کی روح دل کی نظر سے اپنی قوت علم باطنی سے
بغیر الہام باری تعالیٰ کے مشاہدہ کرتی ہے یعنی جس قدر رب تعالیٰ نے اس کی روح کو قوت
علم باطنی کی عطا کی ہے وہ اس کی قوت وزور کے موافق کبھی صحیح خواب دیکھ لیتا ہے۔جو
منجانب اللہ بطور الہام واقع نہیں ہوتا۔اس قسم کے خواب کو خواب صادق کہتے ہیں''۔

مومن کا خواب کافر کے خواب سے بہتر ہے۔اس طرح عالم کا جاہل سے' مرد کا
عورت سے' آزاد کا غلام سے' ہوشیار کا مبت سے' صالح کا شقی سے' سلطان کا رعیت سے'
بہر حال جو زیادہ پارسا اور راست گو ہوگا اس کا خواب اتنا ہی صحیح اور درست ہوگا۔انبیاء علیہم السلام
کے خواب باقی تمام لوگوں کے خواب سے افضل ہوتے ہیں۔اس لئے کہ ان کا وقوع وحی خدا
کے تحت ہوتا ہے اور ان میں کذب کا ادنیٰ شائبہ بھی پایا جانا محال ہے۔ذیل کی سطور میں

افضل الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور بعض دیگر مرسلین علیہم السلام کے خوابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ اس امر کی تصدیق ہو جائے کہ انبیاء کے خواب بمنزلہ وحی ہوتے ہیں۔ اور یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ وحی حصول علم لدنی کا سب سے افضل ترین سبب ہے۔

حضور ﷺ کے خواب

رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ۔

(پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل: آیت ٦٠)

''اور ہم نے نہیں کیا وہ دکھاوا، جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو''۔

بعض مفسرین رویا کو رویت یعنی بیداری میں دیکھنے کے معنی میں لیتے ہیں اور اس یٔہ کریمہ کا تعلق واقعہ معراج سے ثابت کرتے ہیں۔ یعنی اے محمد ﷺ جو کچھ ہم (خدا) نے آپ کو معراج کی شب دکھایا اور آپ نے دیکھا وہ لوگوں کی آزمائش کا سبب ہوا۔ کیونکہ حالات معراج سننے کے بعد بعض ضعفاء اسلام مرتد ہو گئے۔ منافقوں نے طنز بازی شروع کر دی اور کفار کا انکار زیادہ ہو گیا اور مومنوں نے تصدیق کی بعض نے کہا کہ معراج پہلے خواب میں واقع ہوئی۔ اور بعدہ جو کچھ خواب میں دیکھا تھا وہی حالت بیداری میں جسم و روح کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا اور یہ واقعہ عام لوگوں کے امتحان کا سبب بن گیا۔

تفسیر حسینی میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں درج ہے کہ جنگ حدیبیہ کے سال میں حضور رسالت مآب ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ نے عمرہ کر کے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور صفاء و مروہ میں سعی کر کے سر مبارک کے بال اتروائے یہ خواب سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خانہ کعبہ کی طرف عمرہ کی نیت سے متوجہ ہوئے۔ مگر اس سال عمرہ میسر نہ ہوا۔ منافقوں نے زبان طعنہ کھولی اور یہ کہنا شروع کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا خواب پورا نہ ہوا۔ حالانکہ حکم الٰہی اس طرح تھا کہ اس خواب کی تعبیر آئندہ سال ظاہر ہو گی۔ علماء کو اس قول میں تردد ہے۔ اس

لئے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور قصہ مدینہ طیبہ میں واقع ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے خواب مکہ معظمہ میں دیکھا اور مدینہ منورہ میں بیان کیا تو ایسا کہنا درست ہے۔ بعضوں نے کہا جو خواب لوگوں کی آزمائش کا سبب ہوا وہ یہ تھا کہ رسالت پناہ ﷺ نے عالم رویا (خواب) میں دیکھا ہے بنی امیہ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح اچھلتے کودتے ہیں اور فتنہ یہ تھا جو بنی امیہ کی طرف کی حکومت کے زمانے میں واقع ہوا۔ بہرحال کوئی قول ہو دیکھنا صرف یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو خواب دیکھا وہ عالم ظاہر میں عملی طور پر وقوع پذیر ہوا۔ یعنی جو بات علم لدنی کے ذریعہ سے عالم خواب میں دیکھی تھی وہ اس عالم میں پوری ہوئی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ انبیاء کے خواب بمنزلہ وحی ہوتے ہیں اور وحی حصول علم الٰہی کا ایک ذریعہ ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ظاہری نبوت و رسالت کا دور یعنی علم الٰہی کا آپ پر نزول سچے خوابوں ہی سے ہوا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث سے ظاہر ہے:

عن عائشہ ام الْمُؤْمِنِیْنَ رضی اللہ عنہا اِنّہا اوّل مابدیٔ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مِنَ الوحِیْ الرویاء الصَّالحۃِ فی النوم نکان لایُرٰی رُؤْیاءً الاجاتِ مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلام و کان و کان یخلو بغار حراء۔

''ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پہلے پہل حضور اکرم ﷺ پر جو وحی آئی وہ اچھے اور سورج کی طرح سچے اور روشن خواب تھے۔ جو سوتے میں آپ کو دکھائی دیتے تھے پھر آپ کو خلوت سے محبت ہوگئی اور آپ غار حرا میں تخلیہ کے لئے چلے جاتے''۔

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ رات کو عالم خواب میں ملاحظہ فرماتے وہ صبح کے وقت عالم بیداری میں سپیدہ صبح کی طرح سچ ہو جاتا ایسا کیوں ہوتا تھا؟ اس لئے کہ وہ خواب بطور وحی دکھائی دیتے تھے۔

حضور ﷺ کے سچے خوابوں کا سلسلہ نبوت کے بعد بھی قائم رہا۔ اور کبھی کبھی اس صورت سے بھی وحی نازل ہوتی رہی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ترکی خیمہ میں رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اور پھر درمیانی عشرہ میں' ایک روز اپنے خیمہ سے سر مبارک نکال کر ارشاد فرمایا "میں نے پہلے عشرہ میں شب قدر کو تلاش کرنے کے لئے اعتکاف کیا تھا۔ پھر اعتکاف کیا میں نے درمیانی عشرہ میں "پس آیا میرے پاس ایک فرشتہ اور اس نے بتایا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہے۔ مجھے شب قدر خواب میں دکھائی گئی تھی۔ پھر میں بھول گیا (یعنی خدائے تعالیٰ نے بھلا دیا) میں نے خواب میں اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ میں شب قدر کی صبح کو کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔" راوی کا بیان ہے کہ اس رات کو رسول کریم ﷺ نے شب قدر دیکھی تھی۔ اس رات کو مینہ برسا تھا اور مسجد کی چھت کھجوروں کی شاخوں کی تھی' جو بارش کی وجہ سے ٹپکی' میں نے رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک پر مٹی اور پانی کا نشان دیکھا اور یہ اکیسویں (ماہ رمضان المبارک) کی صبح تھی۔

(مشکوٰۃ شریف)

سعید بن منصور' عمر بن شرجیل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں سیاہ بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں پھر دیکھتا ہو کہ سفید بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں اور سیاہ بکریاں سفید بکریوں میں جذب ہو گئی ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ سیاہ بکریاں عرب کے مسلمان ہیں۔ اور سفید بکریاں عجم کے مسلمان' جو اپنی کثرت کے سبب عرب مسلمانوں سے بڑھ جائیں گے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سچ ہے۔

(تاریخ الخلفاء)

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ اس امت میں نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے بہتر تعبیر خواب بتاتے والے تھے۔ ابن سعد' ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان فرمایا کہ گویا میں اور تم دونوں اس طرح ساتھ بھا
ہیں اور میں تم سے ڈھائی ہاتھ آگے نکل گیا ہوں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مغفرت اور رحمت میں بلالیں گے اور میں آپ
ڈھائی سال بعد زندہ رہوں گا۔ (تاریخ الخلفا

کیسی صحیح تعبیر ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی
صرف ڈھائی سال زندہ رہے۔ آپ کی مدت خلافت بھی دو سال چھ ماہ ہے۔

سعید بن منصور نے سعید بن میتب سے روایت کی ہے کہ ام المومنین حضر
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ گویا میرے گھر میں تین چاند اترے ہیں
انہوں نے خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا خوا
بہت اچھا ہے تمہارے گھر میں دنیا کے سب سے بہتر تین آدمی مدفون ہوں گے۔ جس وق
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ تو آپ نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تمہارے تین چاند
میں کا یہ سب سے بہترین چاند ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کا مزار اقدس ام المومنین حضرت عا
صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں بنا۔ وہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت
فاروق رضی اللہ عنہ بھی دفن ہوئے۔ یہی " دنیا کے سب سے بہتر تین آدمی ہیں جن کی طرف
المومنین رضی اللہ عنہا نے خواب کی تعبیر بتاتے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا
اور ساتھ ہی انہیں یہ بھی بتادیا تھا کہ دنیا کے بہتر آدمی تمہارے مکان میں دفن ہوں گے
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں خو
کا پیشاب کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی عورت کے پاس حالت حیض
میں بھی جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے توبہ کر اور پھر ایسا نہ کرنا۔ (تاریخ الخلفاء

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بہت بڑے عالم علم لد

تھے۔ آپ نے نزول وحی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اکثر بارگاہ رسالت میں وقت گزارا
ر سفر و حضر میں حضور ﷺ کے رفیق رہے۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت بابرکت نے حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو کچھ ایسا منور کر دیا تھا اور وہ جلا بخشش دی تھی کہ آنے والے
لات و واقعات آپ کے قلب پر بطور الہام والقا کشف ہو جاتے اور آپ جو فرما دیتے وہ
ست و صحیح ہوتا۔ آپ کی تعبیر رویا کے سلسلہ میں اوپر جو کچھ نقل کیا گیا ہے اس سے یہ
یقت واضح ہوتی ہے کہ خوابوں کی صحیح تعبیر وہی بتا سکتا ہے جسے علم لدنی سے وافر حصہ ملا
۔ اور وہ علم الٰہی کا عالم ہو۔ اس لئے کہ اولیاء و صلحاء کے خواب بذریعہ کشف والہام واقع
تے ہیں اور کشف والہام علم لدنی حاصل کرنے کے اسباب سے ہیں۔

الغرض علم تعبیر رویا ایک ایسا علم ہے کہ علوم الٰہیہ سے ہے۔ جس کو اس سے کچھ حصہ ملا
ں پر مشاہدات کے دروازے کھل گئے اور اس نے خواب و بیداری میں عجائب و غرائب کو
ظہ کیا۔

آئینہ دل جوں شو و صافی و پاک
نقشہا بینی بروں از آب وخاک

(خواجہ رومی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منیٰ کے میدان
بحالت خواب ذبح کرنے کا متواتر حکم پایا تو بیداری میں اس خواب کا تذکرہ حضرت
یل علیہ السلام سے کیا۔ جس کی تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ
تے ہیں:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ
فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ
اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (پارہ ۲۳ سورۃ الصفت: آیت ۱۰۲)

ترجمہ: ''پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا۔ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا حکم ہوتا ہے۔ خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے''۔

بعض مفسرین نے کہا السَّعی سے مراد مقام سعی ہے کہ جو صفا مروہ کے درمیان میں اور بعض نے کہا کہ مقام منیٰ میں چلنا مراد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے مکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیکھنے تشریف لائے تھے۔ یہاں تین شب برابر خواب دیکھا کہ کوئی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کا حکم کرتا ہے۔ چنانچہ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر میدان منیٰ میں تشریف لائے اور یہاں آکر ان سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا اور یہ دریافت کیا کہ وہ ذبح ہونے کے لئے تیار ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ کہ انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ جس پر عمل کرنا ان کے لئے اسی طرح ضروری ہے جس طرح بیداری کی حالت میں نزول احکام پر عمل ضروری ہوتا ہے۔ مگر صرف اس خیال سے کہ فوراً اس پر عمل درآمد کیا گیا تو کہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس فعل سے وحشت نہ ہو۔ اس لئے ایسا کرنے سے پہلے ان کی رائے معلوم کی جائے تا کہ اطاعت امر الٰہی کے لئے وہ بہ رغبت تیار ہوں۔ چنانچہ اس فرزند ارجمند نے رضائے الٰہی پر فدا ہونے کا کمال شوق سے اظہار کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خیال سے بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے اپنے خواب کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہوگا تا کہ انہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی فراست' اور باطنی بصیرت کا امتحان بھی ہو جائے اور یہ معلوم کر لیا جائے کہ اس کٹھن منزل کو طے کرنے کے لئے ان کی کیا کیفیات ظہور میں آتی ہیں۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خواب کا واقعہ سماعت فرماتے ہی ارشاد کیا اے میرے باپ

گزریئے جس بات کا حکم ہوتا ہے۔ یہاں سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی باطنی بصیرت کی داد دینی چاہئے کہ والد محترم سے ظاہراً ایک خواب کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں (درحال یہ کہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ خواب منجاب اللہ ہے) مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام اسے محض خواب ہی نہیں سمجھتے بلکہ وہ اسے ایک حکم خدا جانتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے پدر بزرگوار کر گزریئے جو آپ کو کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کمسنی میں بھی یہ جانتے تھے کہ یہ خواب وحی الٰہی ہے۔ اس لئے کہ ان کے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی اور خدا کے خلیل تھے۔ اور نبی کو خواب میں اگر کسی کام کا حکم دیا جائے تو بیداری میں وہ کام کرنا اس پر فرض ہو جاتا ہے۔ ایسا کرنا کسی دوسرے آدمی کے لئے جائز نہیں۔ اگرچہ وہ ولی ہو۔ البتہ ولی کا خواب مباحات اور حکم شرع حکم کی تعمیل تائید ہو تو نافذ ہو سکتا ہے مگر حلت وحرمت میں موثر نہیں ہو سکتا۔

سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب سن کر یہ فرمانا کہ اَفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ کیجئے جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ یہ اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک الوالعزم نبی کی اولاد اور ان کا گوشت پوست ہیں۔ اور یہ کہ اولاد میں عقل ودانش اور فہم وفراست ایسی ہی ہو گی جیسی کہ باپ میں، پس حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اَفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ فرمانا اسی فراست کی وجہ سے تھا جو والد محترم کی طرف سے ان کو وارثت ملی تھی۔

دوسرے یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا یہ ارشاد کرنا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے نور نبوت اور ان کی باطنی توجہ کی برکت سے تھا۔ جیسا کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی
خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

اکبرالٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے بنود در سے پیدا
علم ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

علامہ اقبال اور اکبرالٰہ آبادی کے نظریات سے یہ معلوم ہوا کہ حصول علم الٰہی کا ایک ذریعہ اہل اللہ کی نظر میں ہے کہ ان کے فیض توجہ سے بھی ایسے راز ہائے سربستہ پر آگاہی ہوتی ہے کہ جو بذریعہ علم ظاہر معلوم نہیں کیے جا سکتے۔ اس پر ان شاء اللہ کسی دوسرے مقام پر مفصل بحث کی جائے گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب

سورۂ یوسف کا شان نزول

''تفسیر خزائن العرفان'' میں اس طرح پر لکھا ہے کہ ''علماء یہود نے اشراف عرب سے کہا تھا کہ سید عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام ملک شام سے مصر میں کس طرح پہنچی؟ اور اس کے وہاں جا کر آباد ہونے کا کیا سبب ہوا؟ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ کیا ہے؟ اس پر یہ سورت مبارکہ نازل ہوئی۔''

سورۃ یوسف میں رب تعالیٰ نے بے شمار پر از حکمت باتیں بیان فرمائی ہیں۔ جو عبرت آموز ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقتوں کی نقاب کشائی بھی کرتی ہیں۔ ان میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ خواب بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِيْنَ ۝ (سورۂ یوسف پارہ ۱۲: آیت ۴)

ترجمہ: ''یاد کرو جب یوسف (علیہ السلام) نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ میں نے گیارہ تارے اور سورج چاند دیکھے۔ انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا''۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے شب قدر کی رات جو شب جمعہ واقع ہوئی تھی۔ دیکھا

کہ آسمان سے گیارہ ستارے، سورج اور چاند اترے، ان سب نے آپ کو سجدہ کیا۔ ستاروں کی تعبیر گیارہ بھائی اور سورج آپ کے والد اور چاند آپ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ چونکہ آپ کی والدہ راحیل کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے قمر سے آپ کی خالہ مراد ہیں۔ جب آپ نے یہ خواب دیکھا اس وقت آپ کی عمر ایک روایت سے سات سال اور دوسری روایت سے بارہ سال اور تیسری روایت کے سترہ سال ثابت ہے۔

اس خواب کو سن کر یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ یوسف علیہ السلام بہت بلند مرتبہ پائیں گے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ اگر یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ خواب سن لیا تو وہ تعبیر خواب میں ملکہ رکھنے کی بناء پر جب یہ معلوم کریں گے کہ یہ گیارہ ستاروں سے گیارہ بھائی اور سورج چاند سے والدین مراد ہیں تو یوسف علیہ السلام کی ہلاکت کا قصد کریں گے۔ لہٰذا آپ نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں سے تذکرہ خواب کرنے کی ممانعت کر دی۔ چنانچہ قرآن کریم میں بیان ہوتا ہے۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ

(سورۂ یوسف پارہ ۱۲: آیت ۵)

ترجمہ: ''کہا اے میرے بچے، اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے''۔

کیونکہ وہ اس کی تعبیر کو سمجھ لیں گے اور حسد کریں گے۔ اس بنا پر اندیشہ ہے کہ کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت کے لئے برگزیدہ فرمائیں گے۔ اور دارین کی نعمتیں اور شرف و مجد عطا کریں گے لہٰذا فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ع

(سورۂ یوسف پارہ ۱۲: آیت ۶)

ترجمہ: ''اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر، جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم و اسحاق پر پوری کی۔ بے شک تیرا رب علم و حکمت والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو برگزیدہ کرتا یعنی چن لیتا ہے تو اسے اپنے فیض سے مخصوص کرتا ہے۔ طرح طرح کی کرامات اور قسم قسم کے کمالات بے سعی و محنت عطا فرماتا ہے۔ یہ خاص انبیاء کا مرتبہ ہے اور ان کی بدولت ان کے مقربین، صدیقین، شہداء و صالحین بھی اس نعمت سے سرفراز کیے جاتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیشنگوئیاں صحیح ثابت ہوئیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے شاندار نوازشات سے نوازا۔ انہیں علم بخشا، حکمت عطا کی، نبوت دی اور خاص طور پر تعبیر خواب کا ایسا علم سکھایا کہ آپ اپنے زمانہ میں اس فن میں یکتا تھے۔ قرآن حکیم نے آپ کی تعبیر خواب کے دو اہم واقعے بیان فرمائے ہیں۔ جو ان شاء اللہ آئندہ صفحات کی زینت بنیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ آپ نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر اکثر مفسرین کے قول کے مطابق چالیس سال بعد اور بقول خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اسی سال بعد ظاہر ہوئی۔ جب کہ ان کے والدین اور تمام بھائی مصر میں گئے۔ جیسا کہ رب تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

وَ رَفَعَ اَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ وَ خَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاۡوِيۡلُ رُءۡيَاىَ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّىۡ حَقًّا ؕ

ترجمہ: ''اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لئے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے۔ بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا''۔ (سورۃ یوسف پارہ ۱۳: آیت ۱۰۰)

خواب کی قسمیں

تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۱۲ سورۃ یوسف کے صفحہ ۶۴ پر خواب کی قسمیں مع تشریح اس طرح بیان کی گئی ہیں۔

خواب شرح میں تین طرح کا معلوم ہوتا ہے ایک خواب احلام ہیں اور وہ شیطانی ہیں۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب آدمی ایسا مکروہ معاملہ (خواب میں) دیکھے تو (آنکھ کھلنے پر) بائیں طرف تین بار تھوکے اور کروٹ بدل لے اور اس کو کسی سے ذکر نہ کرے۔ ان شاء اللہ کچھ مضر نہ ہوگا اگر دل کو نورانی خیالات سے صاف رکھا جائے اور اس میں دنیاوی شہوات کو جگہ نہ دی جائے تو شیطان کا اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔

دوسرا خواب وہ ہے جس کی تعبیر کی حاجت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سچا خواب چھتیس یا چھیالی اجزائے نبوت میں سے ایک جز ہے اور یہ مخصوص سعادت ازلی ہے۔

تیسرا خواب وہ ہے جو بالکل صریح اور صاف ہو اور یہ اکثر مخصوص بہ نبوت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور حلم (بدخوابی جو پیٹ کی خرابی سے ہو) شیطان کی طرف سے' گر تم میں سے جو کوئی ایسی بات دیکھے جس کو وہ پسند کرتا ہے تو کسی سے بیان نہ کرے مگر جس کو محبوب رکھتا ہو اس سے کہے۔ اور جب ایسی بات دیکھے جو بری جانتا ہو تو اس کو بیان نہ کرے۔ اور بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دیا اور اللہ عزوجل سے پناہ چاہے۔ شیطان رجیم اور اس کے شر و بدی سے تو وہ خواب اس کو مضر نہ ہوگا۔

واضح ہو کہ نیک بد خواب' سب کا خالق اللہ عزوجل ہے اور جو حکمت الٰہیہ تدبیر عالم میں جاری ہے وہ یہاں موثر ہے۔ اس کے پیدا کرنے میں شیطان کو کچھ دخل نہیں۔ پس حدیث میں جو نیک خواب کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا تو یہ اس کی نعمت کا شکر ادا کرنے کی جہت سے ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں صحیح مذکور ہے کہ اس کے شکریہ میں اللہ

تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور مکروہ خواب کی شیطان کی طرف نسبت بوجہ مناسبت کے ہے کہ شیطان بہ سبب عداوت کے موقع پا کر وسوسہ کے طور پر ایسے مکروہ واقعہ کو حاضر کر کے آدمی کو ایذا دیتے اور غمگین کرنے سے خوشی اور راضی ہوتا ہے۔ اسی واسطے اپنے قلب سے شیطانی اثر دور کرنے کے لئے حدیث میں استعاذہ کا حکم ہے کہ شیطان کی بری پناہ مانگے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک دل میں آئے گا اور شیطان کی جگہ نہ ملے گی۔ کیونکہ شیطان کو اسی قلب میں جگہ ملتی ہے جو یاد الٰہی سے خالی ہو یا قلب کا سویدا جو آنکھ کی پتلی کی مثل ہے وہ خالی ہو۔

حدیث میں حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ جو کوئی تم میں سے ایسا خواب دیکھے جس کو پسند کرتا ہے تو اس کو بیان کرے اور اگر ایسا دیکھے جس کو مکروہ جانتا ہے۔ تو کروٹ بدل لے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھکار دے۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی برائی سے پناہ مانگے اور کسی سے اس کو بیان نہ کرے۔ تو وہ اس کو کبھی ضرر نہ دے گا۔

امام احمد اور بعض اہل سنن نے معاویہ بن حیدہ القشیری سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الرویاء علٰی رَجُلِ طائِر

الحدیث یعنی خواب اس کے دیکھنے والے پر جب تک تعبیر نہ دیا جائے پرندے کی طرح پرواز کرتا رہتا ہے۔ اور جب تعبیر دیا جاتا ہے۔ تو گر پڑتا ہے یہیں سے یہ حکم لیا گیا ہے کہ نعمت کو پوشیدہ رکھنا چاہئے۔ یہاں تک کہ وہ موجود اور ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

اِسْتَعِیْنُوْا عَلٰی قَضَاءِ الْحَوَائِجِ بِکُتْمَانِھَا ۔

"اپنی حاجتوں کے پورا ہونے تک ان کو پوشیدہ رکھنے سے استعانت چاہو کیونکہ ہر نعمت والا محسود ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی اس سے حسد کرتا ہے"۔

کہا جاتا ہے کہ برے خواب جلد پورے ہو جاتے ہیں اور اچھے خوابوں کے پورا ہونے میں دیر لگتی ہے اور بعض اوقات اچھے خواب عرصہ دراز کے بعد پورے ہوتے ہیں

جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب ایک روایت کے مطابق اسی سال کے بعد پورا ہوا۔
اس کی وجہ تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۵ پر بدیں الفاظ تحریر ہے۔ حکماء ربانی نے کہا کہ
اس کی حکمت یہ ہے کہ رحمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ بدی سے اسی وقت خبر ہو یا اس کا ظہور
قریب میں ہوتا کہ غم واندوہ کم ہو۔ اور خیر سے آگاہی بہت پہلے ہو جاتی ہے تا کہ اس کے
حاصل ہونے کی توقع میں مدت سے خوشی مناتا رہے۔

مطلب یہ کہ برا خواب فوراً ہی معمولی دیر کے بعد اس لئے پورا ہو جاتا ہے کہ
خواب دیکھنے والے اس کے برے اثر سے جلدی دوچار ہو جائے اور اس سلسلہ میں جو غم
اندوہ لاحق ہوتا ہے وہ ہو جائے تا کہ اس کے دل سے برے خواب کا اثر زائل ہو جائے اور
اچھے خواب کے پورا ہونے میں اس وجہ سے دیر ہوتی ہے کہ اچھا خواب دیکھنے والا اس
امید پر کہ اس کے خواب کے نتائج خوشگوار ہوں گے ایک عرصہ تک اسی خیال سے
مسرور ہوتا رہے۔

اولیاء اللہ کے خواب

قلائد الجواہر میں شاہباز لامکانی، غوث الصمدانی، محبوب سبحانی، ابو محمد محی الدین
عبدالقادر جیلانی الکیلانی رضی اللہ عنہ کے ایک خواب کا ذکر ہے۔ جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے خود
بیان فرمایا ہے وہ بلفظ درج ذیل ہے، فرمایا

"ایک دن ظہر سے قبل میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ
نے فرمایا میرے فرزند تم وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا میرے
بزرگوار والد ماجد میں ایک عجمی شخص ہوں، فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح زبان
کھولوں۔ فرمایا اپنا منہ کھولو آپ نے سات مرتبہ میرے منہ لعاب دہن مبارک
ڈالا۔ پھر فرمایا جاؤ وعظ و نصیحت کرو اور حکمت عملی سے لوگوں کو نیکی کی طرف بلاؤ۔
ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھا تو مخلوق میرے پاس جمع ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو (خواب میں) دیکھا آپ نے فرمایا منہ کھولو۔ چنانچہ آپ نے

میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا میں نے عرض کیا کہ حضور اکرم ﷺ کی طرح آپ بھی سات مرتبہ لعاب دہن ڈالیں، فرمایا میں حضور ﷺ کا ادب کرتا ہوں۔ بعدہ میں نے دیکھا کہ غواص فکر دل کے دریا میں غوطے لگا کر حقائق و معارف کے موتی نکالے گا۔ میری زبان میں قوت گویائی پیدا ہو گئی اور میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے لگا۔ میرے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے تاکہ اولیاء کی طرح میرا بھی امتحان کریں ان کے ساتھ جو میری گفتگو ہوئی تھی وہ مجھ پر منکشف کر دی گئی پھر جب آپ سکوت عالم میں تھے تو میں نے آپ سے کہا آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ تم میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۔ میں کہتا ہوں اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا آپ میرے ہمراہ رہ سکیں گے اگر آپ اسرائیلی ہیں تو آپ اسرائیلی ہوں گے اور میں محمدی ہوں۔"

علم آں باید کہ آید از خدا
در درون انبیاء و اولیاء

اس سے ثابت ہوا کہ علم الٰہی (علم لدنی) کے حصول کا ایک ذریعہ مقربان بارگاہ الٰہی کی توجہ بھی ہے کہ اس توجہ کی برکت سے ظاہری و باطنی علوم کے دروازے کھل جاتے ہیں اور آدمی دنیاوی مکتبوں اور درسگاہوں کا چکر کاٹے اور کتابوں کی ورق گردانی کیے بغیر ایک ایسا عالم بن جاتا ہے کہ علماء وظواہر اس کے ادنیٰ شاگردوں میں ہوتے ہیں۔ مقام غور ہے کہ حضور ﷺ جن کی علمی برتری اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک فضیلت علم وَعَلِیٌّ بَابُهَا سے ظاہر ہوتا ہے ایسی عظیم المرتبت ہستیوں نے صرف لعاب دہن کے ذریعے سے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو علم و فضل کی اس مسند پر بٹھا دیا کہ یہ بے چارہ مولف اس کے کمالات بتانے سے بالکل عاجز ہے لعاب دہن اقدس رسول المعظم ﷺ کہ جو عَالِمُ مَا کَانَ وَمَا یکون ہیں اور لعاب دہن مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

بحالت خواب اپنے دہن تشریف میں لے لینے کے بعد حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا پایہ علم کس عروج پر پہنچ گیا اس کے متعلق خود ان کی زبان حق ترجمان عقیدہ غوثیہ میں یوں گوہر افشانی کرتی ہے۔

وَ اَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْم وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُوَالِیْ

''اور مجھے اپنے ازلی وقدیمی بھید پر آگاہ کیا اور مجھے مامور فرمایا اور میری آرزو یا میرے سوال کو پورا کر دیا''۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، عالم علم خفیع وجلی امام السالکین سیدی ومرشدی الحاج سید ابوالفیض قلندر علی شاہ قبلہ سہروردی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب صحیفہ الغوثیہ شرح قصیدہ غوثیہ میں قَلَّدَنِیْ کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جس طرح قلادہ گلے میں ڈالنے اور جسم پر رنگ لگانے یا نشان کرنے سے قربانی کا جانور پہچانا جاتا ہے اس طرح سرکار بغداد بھی دیگر اولیاء اللہ سے ممتاز نظر آتے ہیں تقلید کے معنی دراصل گردن میں تمغہ امتیاز ڈالنا ہوتا ہے۔''

یعنی غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے ازلی اور قدیمی راز پر مجھے مطلع ہو کر علم وفضل کا ایسا قلادہ میری گردن میں ڈال دیا کہ مجھے علماء وظواہر وعلماء بواطن پر ایک امتیازی نشان پیدا ہو گئی اور یہ مقام کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو سکا چنانچہ

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رِقَابِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

''میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر''

آپ کا فرمان موجود ہے پھر فرماتے ہیں:

طُبُوْلِیْ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ وَشَاوسُ السَّعَادَةِ قَدْبَدَالِیْ

''میری زندگی کا نقارہ زمین وآسمان میں بج چکا ہے اور میری سعادت و نیک بختی کا قاصد بالتحقیق ظاہر ہو چکا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ نِیْ اَوْلِیَائف اللّٰهِ مِثْلِیْ وَمَنْ فِی الْعِلْمِ وَالتَّصْرِیفِ حَالِیْ ۔

''گروہ اولیاء اللہ میں میری مانند کون ہیں جو علم اور حال کے بدلنے میں میری برابری
کرے۔''

مولف کے پیرو مرشد رضی اللہ عنہ شارح قصیدہ غوثیہ اپنی کتاب صحیفہ غوثیہ میں اس شعر
کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

''اس شعر میں جس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے وہ کسی بے جا تعلّی اور بے معنی
تفوق پر محمول نہیں ہے۔ بلکہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے علوم مرتبت اس دعویٰ میں قطعاً حق
بجانب ہے۔ آخر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنے اس نانا بزرگوار' صاحب لولاک' متصرف
افلاک' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نواسے ہیں۔ جنہوں نے اَیُّکُمْ مِثْلِیْ فرما کر دنیا بھر کے
اشتباہ مماثلت کو مٹا دیا تھا کہ اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ کے ارشاد کے ہمچو مائیوں اور ہمچو مثلیوں
کے دانت توڑ دیئے تھے۔''

شیخ ابو طاہر عبداللطیف بن ابو طاہر بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے
برسر منبر فرمایا کہ جو کچھ لوح محفوظ میں ہے' میں دیکھتا ہوں' اے آسمان اور زمین کے رہنے
والو آؤ علم طریقت مجھ سے سیکھو' اے اہل عراق میرے نزدیک وجد و حال مثل ایک پیرہن
کے ہیں۔ میں جس کو چاہوں پہنا دوں' یہاں ولایت و درجات ہیں۔ اور یہاں خلعت عطا
ہوتے ہیں یہاں زندہ اولیاء اپنے جسموں اور مردہ اپنی روحوں سے تشریف لاتے ہیں۔
میں ملائکہ اور جن وانس سب کا شیخ ہوں۔ میں ان لوگوں سے کلام کرتا ہوں جو پردہ قاف
سے آتے ہیں۔ قدم ان کے ہوا میں اور دل ان کے خدا میں ہوتے ہیں۔ آتش شوق ابھی
ان کے صدور میں اس قدر شعلہ زن ہے کہ ان کے کلاہ و طوق کو جلا دیتی ہے۔

یہ وعظ فرمایا جارہا تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق جو منبر کے
قریب بیٹھے تھے بے ہوش و بے خود ہو گئے اور ان کے پیرہن کا گریبان جلنے لگا۔ حضور غوث
اعظم منبر سے اتر آئے اور آگ بجھا کر فرمانے لگے۔ اے عبدالرزاق تو بھی اسی گروہ سے
ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کی بے ہوشی کا سبب

کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اوپر کی جانب دیکھا تو مجھے مردان غیب کثرت سے ہوا میں کھڑے نظر آئے کہ تمام کرہ ہوا ان سے بھرا ہوا تھا اور سب کے سب سر جھکائے حضرت کا وعظ سن رہے تھے۔ کوئی آہ و فغاں کرتا تو کوئی ہوا میں اڑتا اور کوئی بے ہوش ہوکر زمین میں گر جاتا تھا۔ بعض کے کپڑوں میں آگ لگ رہی تھی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ط

(پارہ ۲۸ سورۂ جمعہ: آیت ۴)

ان واقعات سے قارئین کرام نے یہ معلوم کر لیا ہوگا کہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کیسے عالم ربانی تھے۔ کہ جن کی مجلس وعظ میں کثرت سے رجال الغیب بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ اور اثر وعظ سے ان پر وجد و حال کی بے پناہ کیفیات طاری ہو جایا کرتی تھی۔ یہ علم الٰہی (علم لدنی) کی برکت تھی کہ جو انہیں رب تعالیٰ علیم و خبیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے عطا فرمایا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ دونوں برگزیدہ ہستیوں نے اپنا اپنا لعاب دہن غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالا اور آپ چشم و زدن میں ظاہری و باطنی علم کے عالم اجل بن گئے۔

ان واقعات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مقربین بارگاہ الٰہی کی توجہ کیسی سریع الاثر ہوتی ہے کہ آنکھ جھپکنے سے پہلے اپنا کام کر جاتی ہے یہ توجہ بھی علم الٰہی کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس پر ان شاءاللہ آئندہ صفحات میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔

کفار کے خواب

جب سیدنا حضرت یوسف علی نبینا علیہ السلام قید خانہ میں تھے۔ تو وہاں کے ان کے ساتھ دو اور کافر جوان قید ہو کر آئے۔ ایک مرتبہ ان جوانوں نے علیحدہ علیحدہ خواب دیکھا اور دونوں نے اپنا اپنا خواب حضرت یوسف علیہ السلام سے اس طرح بیان کیا کہ ایک جوان نے کہا:

اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ (پارہ۱۲سورۂ یوسف: آیت۳۶)

تحقیق میں نے خواب دیکھا کہ میں شراب نچوڑتا ہوں دوسرے نے کہا:

اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ

(پارہ۱۲سورۂ یوسف: آیت۳۶)

تحقیق میں نے دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں دونوں جوانوں نے خواب ذکر کرنے کے بعد عرض کیا:

نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ (پارہ۱۲سورۂ یوسف: آیت۳۶)

''اس کی تعبیر بتائیے بے شک ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں''۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بتانے سے قبل ارشاد فرمایا کہ روزانہ جو تمہیں کھانا ملا کرتا ہے وہ قبل اس کے کہ تمہارے پاس آئے میں تمہیں اس کی تعبیر سے آگاہ کردوں گا۔ یعنی کھانا آنے سے پہلے بتادوں گا کہ کیا کیا چیزیں تمہارے کھانے کے لیے آئیں گی، اور یہ بتانا ان علموں میں سے ایک علم ہے مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔ ساتھ ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں تبلیغ شروع کردی۔ بت پرستی چھوڑنے، شرک سے باز آنے اور توحید باری تعالیٰ کو قبول کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور بعد ازاں ان کے خوابوں کی تعبیر اس طرح ارشاد کی۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ؕ

ترجمہ: ''اے قید خانہ کے دونوں ساتھیوں! ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے گا، رہا دوسرا تو وہ سولی دیا جائے گا۔ تو پرندے اس کا سر کھائیں گے۔ حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے ہو''۔ (پارہ۱۲سورۂ یوسف: آیت۴۱)

حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے جوان سے فرمایا تو حسب سابق بادشاہ کا ساقی بنے گا۔ اور تین دن کے قید سے رہا ہو کر اپنے سابقہ عہدے ساقی گری پر مقرر ہو جائے گا۔

دوسرا جوان شاہی مطبخ و طعام کا مہتمم تھا۔ اس سے فرمایا کہ جس جرم کی پاداش میں تجھے جیل میں ڈالا گیا ہے تیرا وہ جرم ثابت ہو جائے گا۔ اور تجھے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ تیرے مرنے کے بعد تیرے سر کو پرندے کھائیں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تعبیر سن کر ان دونوں جوانوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا خواب تو ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ ہم ہنسی کر رہے تھے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ۔

"تم نے جس کا بات کا سوال کیا اس کا حکم ہو چکا ہے"۔ (پارہ ۱۲ سورۂ یوسف: آیت ۴۱)

یعنی تمہارے خوابوں کی تعبیر میں نے بتا دی۔ ہے اسی کے مطابق وقوع میں آئے گا۔ اور خلاف نہیں ہوگا۔ تعبیر کے مطابق تین دن گزرنے کے بعد دونوں نوجوان قیدیوں کو جیل سے نکال لیا گیا ایک کو ساقی گری کے عہدے پر بحال کر دیا گیا اور دوسرے کو دار پر لٹکا دیا گیا۔ اس کی لاش پھینک دی گئی۔ اور اس کے سر کو پرندوں نے کھانا شروع کر دیا۔ ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اس نے اپنے درباری علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنا خواب بیان کر کے تعبیر پوچھی رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ○ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَ مَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ○

ترجمہ: "اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا سات گائیں فربہ کہ انہیں سات گائیں دبلی کھا رہی ہیں۔ اور سات بالیں ہری اور دوسری سات سوکھی، اے درباریو!

میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو بولے پریشان خوابیں ہیں۔ اور ہم (ایسے) خواب کی تعبیر نہیں جانتے"۔ (پارہ ۱۲ سورۂ یوسف: آیت ۴۳،۴۴)

تفسیر حسینی میں ہے کہ بادشاہ نے درباریوں سے کہا کہ میں نے دیکھا کہ سات گائیں موٹی خشک نہر سے باہر نکلیں اور اس کے بعد سات دبلی گائیں نمودار ہوئیں انہوں نے سات موٹی گائیں کھا ڈالیں مگر ان کے شکم جیسے تھے ویسے ہی رہے وہ بڑھے نہیں اور میں نے دیکھا کہ سات خوشے سرسبز و ہرے اور سات خوشے خشک اور سوکھے ہوئے ہیں یہ خشک خوشے ان سبز خوشوں پر لپٹ گئے اور ان کو بھی خشک کر دیا۔ بادشاہ نے درباریوں سے کہا کہ اگر تم اپنے علم کی بناء پر اس خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو تو مجھے اس سے آگاہ کرو۔ درباری علماء نے جواب دیا کہ یہ پریشان خواب ہیں' ایسے خوابوں کی تعبیر بتانے سے ہم معذور ہیں۔ ہم تو سچے خوابوں کی تعبیر بتا سکتے ہیں۔ جھوٹے خوابوں کی تعبیر کیا بتائیں۔ بادشاہ مصر جس کا نام ملک ریان تھا درباریوں کے اس جواب سے متفکر ہوا۔ اور اسے یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اپنے خواب کی تعبیر کس سے دریافت کرے؟ بادشاہ کا ساقی جو چند روز پہلے جیل خانہ میں تھا وہاں اس نے جو خواب دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے جیسی بتائی تھی اسی کے مطابق تعبیر رونما ہوئی تھی۔ اس ساقی نے بادشاہ سے کہا کہ قید خانہ میں یوسف نامی ایک برگزیدہ اور نیک و صالح شخص قید ہے جو خوابوں کی صحیح تعبیر بتاتا ہے۔ اسے بلوا کر اپنے خواب کی تعبیر پوچھی جائے۔ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلوا بھیجا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر بیان کی۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِىْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ○ ثُمَّ يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ○ ثُمَّ يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ○

ترجمہ: ''کہا تم کھیتی کرو گے سات برس لگا تار۔ جو کاٹو اسے اس کے بال میں رہنے دو' مگر تھوڑا جتنا کھالو۔ پھر اس کے بعد سات برس کرے آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے جمع کر رکھا تھا۔ مگر تھوڑا جو بچالو۔ پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا' جس میں لوگوں کو مینہ دیا جائے گا اور اس میں رس نچوڑیں گے''۔

(پارہ ۱۲ سورۂ یوسف: آیت ۴۷، ۴۸، ۴۹)

سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام نے جو تعبیر میں یہ جو فرمایا کہ ''کھیتی کرو گے سات برس لگار'' تو یہ سات موٹی گایوں اور سات سبز بالوں کی طرف اشارہ تھا۔ اور ''سات کرے برس'' کا ذکر فرما کر دبلی گایوں اور سوکھی بالوں کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی آپ نے ملک ریان کو آنے والے سات سالہ حالات سے آگاہ کر دیا اور بتایا کہ متواسر سات سال تک سرزمین مصر میں خوب کھیتی باڑی کا کام کیا جائے اور غلہ اور اناج بویا جائے۔ اور جو کچھ ان سات سالوں میں پیداوار ہو اس میں حسب ضرورت ہر سال خرچ کی جائے اور باقی بالوں میں ہی رہنے دی جائے اس طرح اناج کی حفاظت بہتر طور پر ہو گی اور وہ محفوظ رہے گا اور ایسا اس لئے کیا جائے کہ ان سات سالوں کے بعد فوراً ہی ملک میں زبردست قحط رونما ہو گا۔ اور متواتر سات سال تک قحط سالی کا عالم رہے گا۔ اس زمانہ میں گزشتہ سات سالوں کا جمع شدہ غلہ (جو موٹی گایوں اور سبز بالوں کی مثل ہیں) سات سالہ زمانہ قحط (جو سات دبلی گایوں اور خشک بالوں کی مانند ہے) میں مصر کے لوگ استعمال کریں گے اور اس تدبیر سے زندہ رہیں گے۔ اور جو بچے رہیں گے اور پھر یہ چودہ سال گزر جانے کے بعد ایک سال (پندرھواں سال) ایسا آئے گا کہ اس میں خوب خوشحالی اور آبادانی ہو گی۔ اور لوگ نہایت فارغ البال ہو جائیں گے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر ملک ریان کے خواب کی جو تعبیر بیان فرمائی بالکل اس طرح معرض وجود میں آیا یہاں تک کہ بادشاہ نے چودہ سال تک اس طرح غلہ اور اناج کا انتظام کرنے سے معذوری ظاہر کی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس انتظام کے لئے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ج اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ○

(سورۂ یوسف پارہ ۱۳: آیت ۵۵

ترجمہ: ’’مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردے تحقیق میں نگہبانی کرنے والا اور خوب جاننے والا ہوں چنانچہ سارے ملک کا انتظام حضرت یوسف کے سپرد کر دیا گیا‘‘۔

مقام غور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں قیدیوں کے خوابوں کی جب تعبیر بتائی تو انہوں نے کہا کہ خواب تو ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔ یوں ہی ایک بات ہم نے دل میں گڑھ لی تھی جو آپ کے سامنے بیان کر دی، آپ ایسی باتوں کی جو تعبیر بیان فر رہے ہیں وہ کیونکر پوری ہو سکتی ہے؟ یعنی یہ تعبیر کبھی واقع نہیں ہوگی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ تم نے خواب دیکھا ہے تب بھی اور نہیں دیکھا ہے تب بھی میں نے جو تعبیر بتا دی ہے۔ بعینہ اسی طرح ظہور میں آئے گا چنانچہ تعبیر کے عین مطابق قیدیوں کا معاملہ ہوا۔ ایک بادشاہ کا ساقی بن گیا اور دوسرا پھانسی پر لٹکا کر مار ڈالا گیا اور اس کے مردہ سر کو پرندوں نے کھانا شروع کر دیا۔ قیدیوں کو نبی کے مقام کا کیا علم تھا۔ اگر انہوں نے خواب دیکھا تھا تو تعبیر خواب کے مطابق دے دی گئی اور اگر انہوں نے خواب نہیں دیکھا تھا اور یوں ہی دل سے گھڑ کر سنا دیا تھا تو ان کو کیا معلوم کہ جو کچھ وہ گڑھ کر سنا رہے ہیں وہ تقدیر الٰہی کے عین مطابق ہو اور لوح محفوظ پر اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ وہ تو اپنے خیال کے مطابق ایک خود ساختہ خواب بیان کر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ قدرت ان کی زبان سے حقیقت کا اظہار کر رہی ہے۔ اور انہیں کیا معلوم کہ جس کو وہ خواب سنا رہے ہیں اس کا مقام کیا ہے؟ یوسف علیہ السلام نبی ابن نبی تھے۔ نبی اپنی مرضی سے بات ہی کب کرتا ہے وہ جب بولتا ہے رب تعالیٰ کی مرضی سے بولتا ہے وہ دنیا کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے کوئی انسان اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہے۔ قیدی جوان خواب کو بیان کر رہے تھے اور یوسف علیہ السلام کی نگاہیں لوح محفوظ پر تھیں وہ ملاحظہ فرما رہے تھے کہ ایک وقت آئے گا یہ نوجوان مصر کے قید خانہ میں ہوں گے۔ یہاں وہ ایک خواب دیکھیں گے (یا دل میں گڑھ لیں گے) اور پھر اس

کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام ابن یعقوب علیہ السلام سے پوچھیں گے۔ جو اس موقع پر ان کے ساتھ جیل خانہ میں ہوں گے اور اس خواب کی تعبیر وہی ہوگی جو حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان حق ترجمان سے بیان ہوگی۔ اور یوسف (علیہ السلام) ایک ایسی ذات گرامی ہوگی جس کو رب تعالیٰ نے علم تعبیر خواب میں کمال عطا کیا ہوگا۔ وہ جس خواب کی جو تعبیر بیان کرے گا وہ تقدیر الٰہی کے عین مطابق ہوگی۔ اس لئے یوسف (علیہ السلام) کا علم، علم الٰہی کا آئینہ ہوگا۔

یہی حقیقت بادشاہ مصر کے خواب اور اس کی تعبیر میں پوشیدہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کفار کو بھی سچے خواب آسکتے ہیں۔ اور سچے خواب علم الٰہی (علم لدنی) کے تحت وقوع پذیر ہوا کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ سید ابوالحسن احمد نوری قادری مارہروی کشف القلوب میں مومن اور کافر کے خواب کی بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ''مومن کے خواب کو اس کی روح قوت باطنی کی مدد کے ذریعہ سے الہام...... کے موافق دیکھتی ہے اور یہ خواب انبیاء وصلحاء کو اعلیٰ حسب مراتب مختص ہے۔ اس قسم کے خواب کو خواب صالح کہتے ہیں۔ اور کافر کا خواب اس کی روح' دل کی نظر سے اپنی قوت علم اور باطن سے بغیر الہام سے باری تعالیٰ کا مشاہدہ کرتی ہے۔ یعنی جس قدر رب تعالیٰ نے اس کی روح کو قوت علم باطنی عطا کی ہے۔ وہ اس کی قوت وزور کے موافق کبھی صحیح خواب دیکھ لیتا ہے جو منجاب اللہ بطور الہام واقع نہیں ہوتی، اس قسم کے خواب کو خواب صادق کہتے ہیں۔

بہر حال یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ خواب بھی علم لدنی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جس کے مدارج مختلف ہیں۔ جن کی تفصیل گزشتہ اوراق میں مفصل بیان کی جا چکی ہے۔

ایک استفسار اور اس کا جواب

حضرت خواجہ فرید الدین عطار سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دل چہ باش مطلع انوار حق

دل چہ باشد منبع اسرار حق

پیش سالک عرش رحمٰن ست دل
جملہ عالم چوں تن و جان ست دل
معنی کلی و جزئی اندرو
چوں مشاہد گشت او را دل بگو

حضرت خواجہ شیخ سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ آپ کا مزار پر انوار انبالہ شہر میں ہے۔ جب شاہ صاحب وارد انبالہ ہوئے تو ایک جگہ متمکن ہو گئے۔ آپ کی درویشی کی دھوم پڑ گئی اور ہر وقت آپ کے گرد و پیش مخلوق خدا کا ایک ہجوم رہنے لگا۔ علماء ظواہر کو آپ کے یہاں تشریف لانے سے نقصان ہونے لگا۔ ان کی آمدنی کم ہونے لگی۔ اور ان کے علم و فضل کی دوکانیں ماند پڑ گئیں کیونکہ لوگ حضرت شاہ صاحب کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جو خلق خدا کی خدمت اور تبلیغ کو محض فی سبیل اللہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چند مولوی صاحبان امتحان کی غرض سے شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ یہ لوگ جانتے تھے کہ شاہ صاحب امی محض ہیں لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ لوگ مسائل پوچھنے کے لئے بھی انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ آپ ناخواندہ و بے علم ہیں اس لئے معاذ اللہ جاہل ہیں۔ ان سے بھرے مجمع میں چند مشکل سوال کریں۔ یہ جواب تو نہ دے سکیں گے اور اس طرح آپ کے معتقدوں کے سامنے آپ کی قلعی کھل جائے گی اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ عالم نہیں ہیں۔ اور ہمیں یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ جو درویش خاکم بدہن محض جاہل ہے۔ وہ لوگوں کو شریعت کے مسائل سے کیونکر آگاہ کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ ایسا ناخواندہ شخص درویش کہلانے کا کیونکر مستحق ہو سکتا ہے؟

یہ مولوی صاحبان جب حاضر ہوئے تو حضرت شاہ صاحب نے ان کو بڑے احترام سے بٹھایا اور آنے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ہم چند مسائل پوچھنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں پڑھا لکھا ہوا نہیں ہوں بالکل ناخواندہ ہوں۔ آپ خود عالم ہیں اور اگر آپ کو کچھ مسئلے پوچھنے ہیں تو کسی عالم سے پوچھئے۔

مولوی صاحبان نے محض ظاہری اور رسمی طور پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کے گن گانے شروع کر دیئے اور مصر ہوئے کہ وہ ان مسائل کا جواب مرحمت فرمائیں۔ یہ حضرات دل میں خوش تھے کہ آج شاہ صاحب کی حقیقت لوگوں پر واضح ہو جائے گی اور اس طرح ان کی دکانیں پھر چلنے لگیں گی۔ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں گے اور آمدنی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جائے گا۔

شاہ صاحب نے جب دیکھا کہ مولوی صاحبان اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ وہ ان کے سوالات کے جواب دیں تو آپ نے فرمایا ''اچھا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟'' یہ سن کر جھٹ ایک مولوی صاحب آگے بڑھے اور فلسفہ کا ایک سوال کر کے جواب کے لئے شاہ صاحب کا منہ تکنے لگے۔ شاہ صاحب کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور پاس ہی لکڑی کی ایک تختی پڑی ہوئی تھی۔ حضرت نے چھڑی سے تختی پر چند ضربیں لگائیں اور اس کے بعد فلسفہ کے سوال کا ایسا دنداں شکن جواب مرحمت فرمایا کہ مولوی صاحبان بھونچکے رہ گئے۔ فلسفی پیچھے ہٹ گیا۔ اسے دوبارہ سوال کرنے کی ہمت نہ ہوئی ایک اور مولوی صاحب آگے بڑھے انہوں نے علم تفسیر سے متعلق ایک سوال کیا۔ حضرت نے تختی پر پھر چھڑی سے کچھ ضربیں لگائیں بعدہ اس سوال کا ایسا شافی جواب دیا کہ مولوی صاحبان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ فوراً قدموں سے لگ گئے۔ معافی چاہی اور اس کے ساتھ ہی عرض کرنے لگے کہ حضور ہمیں معلوم ہے کہ آپ محض امی ہیں یہاں تک کہ آپ دستخط تک کرنا نہیں جانتے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے ہمارے دقیق سوالوں کا جواب کیونکر دیا؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ''بھائیو! میں واقعی ایسا ہوں جو جیسا تم کہتے ہو مگر جب تم نے مجھ سے سوال پوچھنے شروع کر دیئے تو میں علیم وخبیر رب تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اسی سے مدد کا طالب ہوا۔ اس نے اپنے فضل وکرم سے میری مدد فرمائی اور تمہارے فلسفہ کے سوال کا جواب دینے کے لئے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علم تفسیر کے سوال کا جواب دینے کے لئے حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی ارواح کو بھیج دیا اور یہ جوابات انہوں نے ہی دیئے ہیں۔ تختی

بجا کر میں ان کو بلا رہا تھا اور بحمد اللہ وہ آ گئے اور اس طرح رب تعالیٰ نے فقیر کی لاج رکھ لی۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ○

(سورۂ یوسف پارہ ۱۳: آیت ۷۶)

ترجمہ: "ہم جس کا چاہیں درجہ بلند کرتے ہیں اور ہر عالم کے اوپر (اس سے بڑا) ایک عالم ہے"۔

اگر بغور دیکھا جائے تو دراصل یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو بظاہر امی تھے۔ جیسا کہ قرآن حکیم۔ نے بیان فرمایا ہے:

نَبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ○

(پارہ نمبر ۹ سورۂ الاعراف: آیت نمبر ۱۵۷)

ترجمہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی کہ جن کو کہ وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں"۔

مگر اس کے باوجود آپ نے ان عرب کے جاہلوں کو بڑے مختصر عرصہ میں استاد و مقتدائے زمانہ بنا دیا۔ آپ درگاہ صمدیت سے تمام علوم سیکھ کر تشریف لائے تھے۔ آپ کے استاد خود رب العزت تھے۔ جنہوں نے اپنے یہاں سے سب کچھ لکھا پڑھا کر بھیجا تھا۔ تاکہ دنیا کے کسی انسان کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ فلاں شخص آپ کا استاد ہے۔ اور اس سے آپ نے علم حاصل کیا ہے۔ آپ کی امت میں قیامت تک آپ کے اس معجزہ (صفت امیت) کا ان شاء اللہ ظہور ہوتا رہے گا۔ اور ہر زمانہ میں ایسے علما باطن پیدا ہوتے رہیں گے جو نہ کسی انسان کے شاگرد ہوں گے اور نہ کسی درگاہ کے طالب علم۔ انہیں رب تعالیٰ خاص اپنی طرف سے علم عطا فرمائے گا۔ وہی علماء ربانی اور علم لدنی کے حامل ہوں گے۔ اور علم انہی کے پاس ہوگا۔

مقربین کی صحبت بھی ذریعہ حصول علم الٰہی ہے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ؕ (سورہ مومنون پارہ ۱۸: آیت ۱۲ تا ۱۴)

ترجمہ: ''اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اسے پانی کی بوند کیا۔ ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا۔ پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی' پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں' پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔ پھر اسے صورت میں اٹھان دی۔ تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے''۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی کو لکھوا رہے تھے۔ جس کا نام عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا۔ جب وہ اس جملہ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ تک لکھ چکا تو ایک عجیب کیفیت کا ظہور ہوا۔

☆...... حضرت مولانا عبدالعلی بحرالعلوم شارح مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نور وحی بر دل وی تافت، داز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر وی وارد شد و گفت فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ پس فرمود آں سرور صلی اللہ علیہ سلم بنولیس چنیں نازل شدہ است، پس شیطان در دل وی، انداخت کہ اگر ایں وحی می بود، پس بر تو ہم وحی نازل شد پس او از دین برگشت و مرتد شد، و اندانست کہ ایں پر تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بود''۔

''وحی کا نور اس (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) کے دل پر چمکا۔ اور یہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے اس پر وارد ہوا اور اس نے کہا فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔ (تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لکھو اسی طرح وحی نازل ہوئی ہے۔ شیطان نے اس (عبداللہ بن سعد بن سرح) کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اگر یہ وحی تھی تو تجھ پر بھی وحی نازل ہوگئی۔ وہ (عبداللہ بن سعد بن سرح) دین سے پھر گیا، اور مرتد ہو گیا اور نہ سمجھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے نور کے فیضان کا نتیجہ تھا۔

☆...... حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ دفتر اول میں فرماتے ہیں:

پرتو آں وحی بروی تافتی
او دردن خویش حکمت یافتی

ترجمہ: ''وحی کا چمکارا اس کی دل پر پڑا اور اس نے اپنے دل میں حکمت کو پایا''۔

عین آں حکمت بفرمودی رسول
زیں قدر گمراہ نشد آں ابوالفضول

ترجمہ: ''عین وہی حکمت رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی اتنی سی بات سے وہ (عبداللہ بن سعد) نالائق گمراہ ہوگیا۔

حضور ﷺ نے جب فرمایا کہ لکھو وحی الٰہی اس طرح نازل ہوئی ہے۔ تو ابن سعد کو بوسوسہ شیطان یہ گمان ہوا، جس طرح سرور عالم ﷺ پر نزول وحی ہوا ہے اسی طرح مجھ پر بھی ہوا۔ مگر اس مکر شیطان کی وجہ سے وہ دین سے پھر گیا مرتد ہوگیا۔ اور حضور ﷺ کا دشمن بن گیا۔ اور اس کا دل سیاہ ہوگیا اور وہ کہیں کا نہ رہا۔ عارف رومی فرماتے ہیں:

مصطفٰی فرمود کای کبر و عنود
چوں سیہ گشتی اگر نور از تو بود

مصطفٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' اے تکبر و عناد کے مجسمے اگر وہ نور (جس نے بقول تیرے تیرا دل منور کر دیا اور اس میں تجھے وحی الٰہی منکشف ہوگئی) تیری وجہ سے تھا تو گمراہ اور سیاہ دل کیوں ہوگیا؟

مولانا عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ندانست کہ ایں پرتو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بود"۔ اس نے یہ نہ جانا کہ یہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو ہے' کہ اس کا عکس اس کے دل پر پڑا۔ اور وہ بھی قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ چنانچہ اس کی برکت سے صرف ایک آیت علوم الٰہی سے اس کے دل پر کشف ہوگئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے سے قبل ہی اس نے اس آیت کا ذکر کر دیا۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی صحبت میں بیٹھنے سے جب وہ توجہ فرماتے ہیں' اور نزول وحی کے وقت جب اس وحی کا نور نبی کے دل سے اٹھ کر کسی شخص پر تجلی افگن ہوتا ہے تو خود وحی اس کے دل میں اتر آتی ہے۔ لیکن اس شخص کا یہ کہنا کہ وحی مجھ پر نازل ہوئی ہے اس میں نبی کے فیض صحبت اور نور نبوت کا کیا دخل ہے؟ سراسر فریب نفس ہے۔ حالانکہ ایسا محض نبی کے فیض صحبت' اس کی پاکیزہ توجہ اور اس کے نور نبوت کے عکس کی برکت سے ہوا۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کے دفتر سوم میں ایک واقعہ نظم کیا ہے۔ جس کو اس واقعہ کی تائید میں اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے کے لئے پایہ اقدس سے موزے اتارے اور وضو فرمایا۔ بعد فراغت وضو

دست ہوئی موزہ برد آں خوش خطاب
موزہ رابربود داز ستش عقاب

آپ نے اپنا دست کرم موزہ کی طرف بڑھایا اور اٹھا لیا مگر اچانک ایک عقاب اس موزہ کو جھپٹ کر لے گیا۔

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد
پس نگوں کر دہ ازاں مارے فتاد

عقاب اس موزہ کو ہوا کی طرح بلندی پر اڑا کر لے گیا۔ اور پھر اسے الٹا کیا تو اس سے ایک سانپ نکل کر زمین پر گرا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ عقاب نے تو موزہ میں سانپ دیکھ لیا مگر حضور ﷺ کو معلوم نہ ہو کہ موزہ میں سانپ ہے۔ حالانکہ آپ کو علوم غیبیہ عطا کئے گئے تھے تو اس کا جواب مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

گرچہ هر غیبی خدا مارا نمود
دل دراں لحظہ بخود مشغول بود

اگرچہ رب تعالیٰ نے ہمیں ہر غیب پر مطلع کیا ہے۔ مگر اس وقت اپنے ساتھ مشغول تھا۔ اس لئے موزہ میں سانپ کو نہ دیکھا جا سکا۔

مولانا عبدالعلی بحرالعلوم "دل بخود مشغول بود" کی شرح یوں بیان فرماتے ہیں کہ ترجمہ: "دل حقیقت دل کو مشاہدہ کرتا تھا اس مشاہدہ میں استغراق کی وجہ سے اس عالم مون وفساد کی توجہ نہ تھی۔ اس بنا پر موزہ اقدس میں سانپ ملاحظہ نہ کیا گیا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عقاب نے بلندی پر اڑتے ہوئے سانپ کو موزہ میں کس طرح دیکھ لیا؟ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مار در موزہ بہ بینم در ہوا
نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ

عقاب نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہوا میں اڑتے ہوئے سانپ کو موزہ میں دیکھنا ہر میرا کمال نہ تھا بلکہ یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کے نور اقدس کا فیض ہے کہ اس کی برکت سے موزہ میں سانپ نظر آ گیا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے دل پر نور نبوت کے عکس کی برکت سے وحی منکشف ہوتی ہے۔ تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ تو میرا ہی کمال ہے کہ مجھ پر نزول وحی ہوا۔ مگر ایک پرندہ (عقاب) ایک موزہ میں سانپ دیکھتا ہے اور اسے اونچا ہوا میں لے جا کر الٹ دیتا ہے اور سانپ نکال دیتا ہے مگر اس عظیم الشان کام کو وہ اپنا کمال نہیں جانتا۔ بلکہ سمجھتا ہے کہ یہ نور نبوت کی جہاں تابیوں کا اعجاز ہے کہ اس کی شعاؤں میں میں نے یہ سانپ دیکھ لیا اور علم الٰہی حاصل ہوا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ (پارہ ۲۸ سورۃ جمعہ: آیت ۴)

آصف بن برخیا اور بلقیس کا تخت

ایک مرتبہ سیدنا حضرت سلیمان علیٰ نبینا علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا تو ان میں ہدہد پرندہ موجود نہ تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہدہد کو میں نہیں دیکھتا یا واقع وہ غیر حاضر ہے۔ میں اسے اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ضرور سخت سزا دوں گا یا وہ کوئی ایسی دلیل پیش کرے کہ جس سے اس کا غیر حاضر ہونا معقولیت پر مبنی ہو۔ تھوڑے سے وقفے کے بعد ہدہد حاضر ہو گیا اور کہا کہ میں ملک سبا چلا گیا تھا وہاں کی حکمران ایک عورت ہے۔ اسے دنیا کی ہر چیز حاصل ہے۔ اور اسکا تخت بہت بڑا ہے وہ اور اس کی قوم سورج پرست ہے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں کہ میں بہت جلد تیرا امتحان لوں گا تا کہ تیرا سچ اور جھوٹ ظاہر ہو جائے۔ آپ نے اپنا ایک خط ہدہد کو دے دیا اور فرمایا کہ اسے بلقیس کے پاس ملک سبا میں لے جا اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتی ہے؟ ادھر ہدہد آپ کا گرامی نامہ لے کر روانہ ہوا اور ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۝ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ۝ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ قف ۔

ترجمہ: ”فرمایا سلیمان (علیہ السلام) نے اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس (بلقیس) کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔ ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور حاضر کر دوں گا۔ قبل اس کے کہ حضور اجلاس

برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے (تخت کو) حضور میں حاضر کروں گا۔ ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سلیمان (علیہ السلام) نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کا فضل ہے"۔ (پارہ ۱۹ سورۂ نمل: آیت ۳۸، ۳۹، ۴۰)

بلقیس اور اس کی قوم کے حاضر ہونے سے پہلے اس کا تخت منگوانے کا مقصد یہ تھا کہ تخت حاضر کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھا دیں بعض نے کہا کہ آپ نے چاہا کہ اس کے آنے سے قبل اس کی وضع بدل دیں اور اس طرح اس کی عقل کا امتحان فرمائیں کہ تخت پہچان سکتی ہے یا نہیں آپ کا اجلاس صبح سے دوپہر تک ہوتا ہے اور جن نے کہا تھا کہ اجلاس برخاست کرنے سے قبل ہی میں بلقیس کا تخت حاضر حضور کروں گا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اس سے جلدتر چاہتا ہوں اس پر آپ کے وزیر حضرت آصف بن برخیا جو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے تھے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا آپ نبی ابن نبی ہیں اور جو رتبہ بارگاہ الٰہی میں آپ کو حاصل ہے یہاں کس کو میسر ہے۔ آپ دعا فرمائیں تو تخت آپ کے پاس ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو اور دعا کی اسی وقت تخت زمین کے نیچے نیچے چل کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس نمودار ہوگیا۔ (کنزالعرفان)

تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے وزیر آصف بن برخیا کو تخت لانے کی اجازت دی تو وہ یا حی یا قیوم' بعض نے کہا ذوالجلال والاکرام کہتا ہوا سجدہ میں گر گیا اور دعا کرنے لگا۔ ادھر ملک سبا میں بلقیس کا تخت زمین میں دھنس گیا اور چشم زدن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے سامنے زمین سے ظاہر ہوگیا جب حضرت سلمان علیہ السلام نے تخت ملاحظہ فرمایا تو ارشاد کیا کہ یہ کرامت میرے رب کے فضل سے ہے۔

جو کام آصف بن برخیا نے خدا کا نام لے کر دعا کے ذریعہ سے کیا وہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام بھی کر سکتے تھے کیونکہ آپ نبی ابن نبی تھے۔ خدا کے نزدیک ولی کے مقابلہ

میں نبی کا درجہ بڑھ چڑھ کر ہے۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ درباریوں سے پوچھا کہ تم میں سے ایسا کون ہے کہ بلقیس کے تخت کو اس کے آنے سے پہلے میرے دربار میں حاضر کردے ایسا کرنے سے حضرت سلیمان علیہ السلام یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ میں تو نبی ہوں۔ اور میرا مرتبہ تمام امت سے وراء الوراء ہے لیکن میرے درباریوں میں میرے فیض صحبت کی وجہ سے ایسے ایسے حضرات موجود ہیں کہ کٹھن سے کٹھن کام بفضلہ تعالیٰ چشم زدن میں کر ڈالیں۔

آصف ابن برخیا نے اسم اعظم کی تعلیم حضرت سلیمان علیہ السلام سے حاصل کی تھی اور شب و روز ان کی توجہ سے سرفراز رہتا تھا۔ اس لئے آپ کے فیوض ظاہری و باطنی سے مالا مال تھا اور استعداد باطنی کو بالقوۃ اس کے اندر موجود تھی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعلیم و توجہ اور تجلیات نبوت کی برکت سے بالفعل موجود ہوگئی اور اس نے وہ کام کر دکھایا جو انسانی عقل و فہم سے بہت بالا ہے بلقیس کے تخت کا اس طرح آنا قدرت باری تعالیٰ کے تحت ایک طرف تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے اور دوسری طرف آصف بن برخیا کی کرامت ہے۔ کہ اسے قادر و قدیر کی قدرتوں کا ظہور ہوا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (پارہ ۲۸ سورۃ جمعہ: آیت ۴)

چار ماہ کے بچے کی فراست

جب زلیخا نے سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنی برات و صفائی کی خاطر الزام تراشا اور اپنے شوہر عزیز مصر کے سامنے کہا:

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ فَلَمَّا

رَاَ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ

(سورۂ یوسف پارہ ۱۲: آیت ۲۴، ۲۵، ۲۶)

ترجمہ: ''بولی کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی سے بدی چاہی مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دکھ کی مار۔ کہا اس (یوسف) نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنے خود حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ میں نے گواہی دی اگر ان کا کرتہ آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے چاک ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں پھر جب (عزیز مصر نے) اس کا کرتہ پیچھے سے چرا دیکھا تو بولا بے شک یہ تم عورتوں کا مکر ہے بے شک تمہارا مکر بڑا ہے''۔

زلیخا نے جب یوسف علیہ السلام کو برائی سے متہم کیا تو آپ نے عزیز مصر کے سامنے فرمایا کہ یہ مجھ سے فعل قبیح کی طلب گار ہوئی میں نے اس سے انکار کیا اور بھاگا۔ عزیز نے کہا یہ بات کس طرح باور کی جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ گھر میں زلیخا کے ماموں کا چار ماہ کا بچہ پالنے میں پڑا ہے اس سے دریافت کیا جائے۔ عزیز نے کہا چار ماہ کا بچہ کیا جانے اور کیسے بولے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو گویائی دینے اور اس سے میری بیگناہی کی شہادت دلانے پر قادر ہے۔ عزیز نے اس بچہ سے دریافت کیا قدرت الٰہی سے وہ بچہ گویا ہوا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تصدیق کی اور زلیخا کے قول کو باطل بتایا۔

چار ماہ کا بچہ ایسی صحیح گواہی دینا ظاہری علم سے متعلق نہ تھا بلکہ وہ بطور الہام والقاء تھا جو اسے رب تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہوا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (پارہ ۱۷ سورۂ حج: آیت ۳۹)

اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے خود مدافعت کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نبی تھے۔ ظاہر ہے کہ نبی سے بڑھ کر اس کی امت میں کوئی مومن کامل نہیں ہوتا۔ اب جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی ہیں اور ایمان میں سب سے مکمل واکمل ہیں۔ بلکہ ایمان کی طرف لوگوں کی

رہنمائی کرنے والے ہیں تو مولیٰ تعالیٰ نے عادت کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کی مدد فرمائی۔ اور ایک چار ماہا بچہ کو طاقت گویائی محض اس لئے بخش دی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی کی گواہی دے۔ چنانچہ وہ باطنی قوت کہ جو الہام والقاء کو سمجھتی ہے۔ اور جو ہر شخص میں قدرتی طور پر موجودہ بالقوۃ ہوتی ہے بچہ میں حکم الٰہی سے موجود بالفعل ہوگئی۔ اور یوسف علیہ السلام کے معجزہ کے طور پر وہ گویا ہو کر یوسف علیہ السلام کے حق میں اور زلیخا کے خلاف گواہی دینے لگا۔

☆...... حضرت خواجہ ابوالحسن احمد نوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کشف القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''یہ قوت باطنی خورد سالی کی وجہ سے بچہ میں زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ وہ گویائی نہیں رکھتا اور یہ کہ تعلقات عالم ظاہری جو عالم باطنی کے لئے حجاب ہیں بچپن کی وجہ سے بہت کم عارض ہوتے ہیں اور آئینہ دل میں صغرسنی اور عالم ظاہری کے ساتھ تعلقات کی کمی کے باعث صاف ہوتا ہے۔ جوں جوں سن (عمر) بڑھتا جاتا ہے اور اس عالم ظاہر سے اس کے تعلقات زائد ہوجاتے ہیں۔ دل کی صفائی کم ہوجاتی ہے اور اسی قدر یہ استعدد باطنی (باطنی قوت) بھی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ حد بلوغ کو پہنچ کر جب انسان سے جرائم و معاصی کثرت سے سرزد ہوتے ہیں نیز طرح طرح کی غذائیں استعمال کرنے اور رب تعالیٰ سے غافل رہنے کے سبب ظاہری دل کے گرد چربی پیدا ہوجاتی ہے شیطان اس میں گھر بنالیتا ہے اس وقت یہ استعداد بہت ہی کم ہوجاتی ہے۔''

بی بی زلیخا کے ماموں کا چار ماہا لڑکا بے شک خورد سال تھا۔ اس میں قوت باطنی زیادہ تھی۔ عالم ظاہری سے اس کے تعلقات نہ ہونے کے برابر تھے۔ اس کا آئینہ دل صغرسنی کے باعث صاف تھا مگر یہ کہنا پڑے گا کہ اس بچہ کا گویا ہونا درحقیقت حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور زلیخا کے گھر میں رہتے تھے۔ بارہا اس بچہ کو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا ہوگا اور بارہا اس پر پرتو نبوت پڑا ہوگا جس نے اس بچہ کے

دل کو اور بھی صاف' تیز اور مضبوط کر دیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا کہ گھر میں چار ماہ کا بچہ پالنے میں پڑا ہے اس سے میرے حالات دریافت کئے جائیں۔ نبوت کا اشارہ پاتے ہی بچہ پالنے میں کھڑا ہو گیا اور اس عظیم الشان طریقے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی برات و پاکیزگی بیان کی کہ بچہ پکار اٹھا کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو بی بی زلیخا سچی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس کی طرف رغبت رکھتے تھے۔ مگر بی بی زلیخا بچنا چاہتی تھی۔ اور آمنے سامنے کی کشمکش کی بنا پر یوسف علیہ السلام کا کرتہ آگے سے پھٹ گیا اور کرتے کا پیچھے سے پھٹنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یوسف علیہ السلام بی بی زلیخا سے بچنا چاہتے تھے۔ وہ بچاؤ کے لئے بھاگے زلیخا بی بی پیچھے بھاگ کر ان کو پکڑتی رہیں اور اس کشمکش میں حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا۔ چار ماہ کے بچے نے یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کے درمیان ثالثی کا وہ حق ادا کیا کہ کوئی ہوش مند انسان اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عزیز مصر نے بچے کے فیصلے کے موافق جب حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ دیکھا تو واقعی وہ پیچھے سے پھٹا ہوا نکلا چنانچہ اسے پورا یقین ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بالکل سچے ہیں تو کہنے لگا۔

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِىْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ ○

ترجمہ: "اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو اور اے عورت تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ' بے شک تو خطاواروں میں ہے"۔ (پارہ ۱۲ سورۂ یوسف: آیت ۲۹)

یہ ہے معجزہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کہ جنہیں رب تبارک وتعالیٰ نے علم لدنی بالخصوص علم تعبیر رویا میں کمال عطا کیا تھا۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی کی برکت تھی۔ اور ان کے خداداد علم کا فیض تھا۔ جو ان کی مصاحبت کی وجہ سے بی بی زلیخا کے کمسن چار ماہ ماموں زاد بچے کو حاصل ہوا اور اسی برکت و فیض کا اثر تھا کہ یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کے معاملہ میں اصل حقیقت جو علم الٰہی میں تھی بچے کے دل پر منکشف ہو گئی۔ اور اس طرح حضرت

یوسف علیہ السلام کی طہارت اور ازلی عصمت کا ڈنکا تمام عالم میں بج گیا۔

یہی برکت وفیض بی بی زلیخا کے خود اپنے معاملے میں بھی کارفرما ہے۔ جب کہ انہوں نے مصر کی عورتوں کے سامنے اپنی صفائی پیش کی۔ ان عورتوں نے بی بی زلیخا کے متعلق گھر گھر کہنا شروع کیا تھا کہ عزیز مصر کی بی بی ایک نوجوان پر فریفتہ ہے۔ اس کی محبت اس کے دل میں پیر گئی ہے اور ہم اسے صریح از خود رفتہ پاتے ہیں جب جگہ جگہ یہ چرچا ہونے لگا اور بی بی زلیخا نے اس میں اپنی بدنامی دیکھی تو ان تمام عورتوں کو گھر پر دعوت دی۔

قرآن عزیز میں ہے کہ بی بی زلیخا نے ان عورتوں کے لئے مسندیں تیار کیں اور ان میں ہر ایک کو ایک ایک چھری دی تا کہ اس سے گوشت کاٹیں اور میوے تراشیں۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر عورت کے سامنے علیحدہ علیحدہ پلیٹیں تھیں اور ہر پلیٹ میں ایک ایک لیموں بھی تھا۔ بی بی زلیخا کی باطنی بصیرت اور ان کی فراست کو داد دینی چاہیے کہ انہوں نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت یہ طریق کار اختیار کیا یوسف علیہ السلام کو ایک خوبصورت پردے کے پیچھے بٹھا دیا گیا تھا اور ان سے بی بی زلیخا نے یہ کہہ دیا تھا کہ جب میں پردے کو ہلاؤں تو آپ فوراً عورتوں کے مجمع کے سامنے تشریف لے آئیں۔ بی بی زلیخا کو اپنے طریق کار کی کامیابی پر سو فیصد یقین تھا۔ اور ناکامی کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ کھانے دوران ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ ہر عورت کے بائیں ہاتھ میں لیموں ہوگا اور دائیں ہاتھ میں چھری۔ اور ہر عورت چھری سے لیموں کاٹے گی اور یہ عمل بیک وقت سب کی طرف سے عمل میں آئے گا۔ بی بی زلیخا کو بھی معلوم تھا کہ جب یہ مرحلہ درپیش ہوگا تو میں فوراً پردہ ہلا دوں گی یوسف علیہ السلام چندے آفتاب وچندے ماہتاب اپنے بے پناہ حسن وجمال کے ساتھ اچانک جب ان عورتوں کے سامنے تشریف لائیں گے تو ان کی نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی۔ وہ دید جمال یوسف علیہ السلام میں کچھ اس طرح مستغرق ہوں گی کہ انہیں اپنا ہوش بھی نہیں رہے گا اور سب چھری سے لیموں کے ساتھ ساتھ انگلیاں بھی کاٹ ڈالیں گی۔ ان کی نوبت کو دیکھ کر مجھے اپنی صفائی کا موقع مل جائے گا اور میں کہہ سکوں گی۔

فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ

ترجمہ: ''یہ ہیں وہ جن پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں بے شک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا''۔

مطلب یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر جب مصر کی عورتیں مبہوت ہو جائیں گی اور ان کے ہوش اڑ جائیں گے تو میں کہوں گی کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر جب تم ہزار جان سے قربان ہو گئیں اور بے ساختہ اس کی تعریف توصیف شروع کر دی۔ اور یہاں تک کہا

مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۔ (پارہ ۱۲ سورۂ یوسف: آیت ۳۲،۳۱)

یہ تو جنس بشر سے نہیں، یہ تو نہیں ہے مگر کوئی معزز فرشتہ، اور پھر یہ کہ تم نے صرف پہلی مرتبہ دیکھا مگر میں تو اس حسن و جمال کے مجسمہ کو ہر وقت دیکھتی ہوں۔ جب کی ایک مرتبہ دیکھنے سے تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے تو بھلا ہر وقت دیکھنے سے میری کیا حالت ہو گی۔ مطلب یہ کہ میرا حضرت یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہونا اختیاری نہیں بلکہ تمہاری طرح اضطراری ہے۔ یعنی اس کی زبردست خوبصورتی پر دل خود بخود قربان ہوا چلا جا رہا ہے۔

مقام غور ہے کہ اپنی برات کے لئے بی بی زلیخا کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور پھر جلد ہی اس خیال کے عین مطابق واقعات رونما ہوئے کیا یہ علم الٰہی کا اعجاز نہیں؟ کہ جس کا عکس بی بی زلیخا کے دل پر پڑا اور اس عکس کی روشنی میں ان کے دل پر علم الٰہی منکشف ہو گیا اور انہیں کامل یقین ہو گیا کہ میں اگر اس کے مطابق عمل کروں گی۔ اس طرح ایک طرف مصری عورتوں کی طعنہ بازیاں ختم ہو جائیں گی اور دوسری طرف میری معذوری و مجبوری کا اظہار ہو جائے گا۔

سوال یہ ہے کہ پرتو علم الٰہی کیونکر بی بی زلیخا کے دل پر پڑا اور یہ مقام انہیں کس طرح حاصل ہوا؟ اس کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت اور ان کے فیض وصحبت کا اثر تھا کہ بی بی زلیخا کا دل مثل آئینہ کے صاف

ہو گیا اور اس پر علوم الٰہی کشف ہونے لگے۔

صحبت صالح ترا صالح کند

حضرت خواجہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ایک مٹی کا ذکر فرماتے ہیں جو چند دن گلاب کے درخت کے جوار میں رہنے سے ایسی ہوگئی کہ اس کی خوشبو سے دماغ معطر ہوتے تھے۔

گلے خوشبوی درحمام روزی
رسید از دست محبوبے بدستم
بدگفتم کہ مشکی یا عیوی
کہ از بوئے دلا ویز تو مستم
بگفتا گل ناچیز بودم
ولیکن مدتے باگل نشتم
جمال ہمنشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فرماتے ہیں کہ ایک روز جب کہ حمام میں نہا رہا تھا تو ایک دوست نے مجھے خوشبودار مٹی دی۔ میں نے اسے سونگھا اور سوال کیا کہ تو مشک ہے عنبر کہ تیری خوشبو سے میں مست ہوا جا رہا ہوں اس نے جواب دیا کہ میں درحقیقت ناچیز مٹی ہوں لیکن کچھ عرصہ گلاب کے پھول کی صحبت میں رہی ہوں اس کی ہم نشینی کی وجہ سے اس کے جمال نے مجھ پر اثر کیا ہے اور دراصل یہ گلاب ہی کی خوشبو ہے میں کیا اور میری حقیقت کیا میں تو ایک عام سی مٹی ہوں' اچھی صحبت انسان کو اچھا بنا دیتی ہے اور بری صحبت خراب کر دیتی ہے۔ لوہار کی دکان پر جانے سے دھوئیں سے کپڑے ہی کالے ہوں گے مگر عطر فروش کی دکان پر چند منٹ قیام کرنے سے کپڑے معطر ہو جائیں گے اور وہ دوسروں کے مشام جان کو معطر کر دیں گے۔

اسی طرح جب انسان مقربین بارگاہ الٰہی کی صحبت اختیار کرتا ہے' ان کی

مجلسوں میں آتا جاتا ہے اور ان کی نگاہ کرم اس پر پڑتی رہتی ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسے پاک لوگوں کی صحبت کی وجہ سے ان کے کمالات کا اثر اس انسان میں بفضلہٖ تعالیٰ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ان کی طرح مظہر صفات الٰہیہ بن جاتا ہے اور اس میں بھی کن فیکونی صفتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ دل روشن ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کے حجاب دور ہو جاتے ہیں اور یہ خواب، بیداری میں کشف الہام کے ذریعے سے علم الٰہی پر مطلع ہو جاتا ہے اور آنے والے زمانے کے حالات پر آگاہ ہوتا ہے۔ تو اسکی آگاہی کے مطابق واقعات معرض وجود میں آتے ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ توجہ فی الوقت ہوتی ہے' اور انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔ آقائے نامدار' فخر موجدات' رسول مختار' نبی معظم' رحمت عالم' خاتم الرسل' ہادی سبل' محبوب الٰہ' نور من نور اللہ سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک نگاہ کرم کی برکت سے صحابہ کرام علوم الٰہیہ کے ایسے عالم ہو گئے کہ رہتی دنیا تک ان کے علم و عرفان کے سمندر سے مخلوق خدا فیضیاب ہوتی رہے گی۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذرا سی توجہ سے چشم زدن میں ان کے سینے علم لدنی کے گنجینے بن گئے۔ اور ان پر مشاہدات کے وہ دروازے کھلے کہ شاید اب کسی پر نہ کھل سکیں گے۔ حضور اکرم ﷺ کی توجہ سے چشم زدن میں انہوں نے وہ منزلیں طے کر لیں کہ سالہا سال کے مجاہدات و ریاضات سے بھی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

ایک دفعہ حضور ﷺ حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے اور خاص خاص صحابہ رضی اللہ عنہم مجلس میں موجود تھے۔ معرفت الٰہیہ کے خاص مسائل بیان ہو رہے تھے۔ دوران گفتگو سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ: "تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی اولاد و والدین

سے بڑھ کر مجھے محبوب نہ جانے۔"

ایک حدیث میں نفسہ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی اپنے نفس (ذات) سے بڑھ کر محبوب خیال نہ کرے۔ اس مجلس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ بولے' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑھ کر محبوب تو رکھتا ہوں مگر اپنے نفس سے محبوب نہیں رکھتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر خاص توجہ فرمائی تاکہ وہ مذکورہ حدیث شریف کا مفہوم سمجھیں اور مقام رسالت سے کما حقہٗ آگاہ ہوں۔ یہ توجہ باطنی طور پر فرمائی گئی۔ اور قلب اطہر سے ایک نورانی شعاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر پھینکی گئی۔ شعاع کے پڑتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل منو رہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات سے محبوب سمجھنے کا راز سمجھ میں آ گیا۔ فوراً پکار اٹھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں آپ کو دنیا و مافیہا سے بڑھ کر محبوب جانتا ہوں۔

☆...... اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوت قلب و جگر گرد د نبی
از خدا محبوب تر گرد د نبی

ایمان والوں کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ اور اہل محبت کی پہچان یہ ہے کہ وہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہی سے خدا کی محبت حاصل ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی محبت کا دل میں پیدا ہونا ناممکن ہے۔

☆...... ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

''فرما دیجئے' اگر تم اللہ کو دوست رکھنے والے ہو تو میری اتباع کرو اس طرح اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا۔ (پارہ ۳ سورۂ آل عمران: آیت ۳۱)

قلائد الجواہر میں جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب میں نہایت معتبر کتاب

ہے۔اس میں شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ درج ہے۔

☆...... حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ مجھے میرے چچا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت عالیہ میں لے گئے اور عرض کیا کہ یہ میرا بھتیجا ہے علم کلام میں مشغول رہتا ہے۔میں نے ایسا کرنے سے کئی دفعہ منع کیا مگر یہ نہیں مانتا فرمایا عمر (رحمۃ اللہ علیہ) تم نے علم کلام کی کون کون سی کتاب پڑھی ہے۔میں نے عرض کیا فلاں فلاں۔آپ نے میرے سینے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو مجھے ان کتابوں میں سے کسی کا ایک لفظ بھی یاد نہ رہا۔میرے دل سے علم کلام کے تمام مسائل نسیا منسیا ہو گئے۔مگر اسی وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں علم لدنی بھر دیا۔ جب میں آپ کے آستانہ سے روانہ ہوا تو علم لدنی میری زبان سے جاری تھا۔آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم عراق کے آخیر مشاہیر سے ہو۔''

''ہفتاد اولیاء'' میں لکھا ہے کہ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک فلسفی خلیفہ بغداد کے مصاحبوں میں شامل ہو گیا۔اس فلسفی نے ایک کتاب لکھی تھی اور اسی کتاب کی وجہ سے اسے درباریوں میں ایک خاص مقام دیا گیا تھا۔ایک دفعہ کچھ لوگوں نے حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ فلسفی کے نظریات وعقائد فلسفیانہ ہیں۔اندیشہ ہے کہ یہ کہیں خلیفہ وقت کو گمراہ نہ کر دے اور پھر یہ گمراہی عوام کی خرابی کا باعث بن جائے۔آپ اصلاح احوال کی طرف توجہ فرمایئے، حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حالات سے بے خبر نہیں ہوں۔مجھے خود اسکی فکر ہے۔ان شاء اللہ وقت آنے پر یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ایک روز حضرت شیخ الشیوخ رضی اللہ عنہ دولت سرائے میں بیٹھے بیٹھے اٹھ کھڑے ہوئے۔اور خلیفہ بغداد کے محل کی طرف روانہ ہو گئے اس وقت خلیفہ اور فلسفی محل کے ایک خاص کمرے میں بیٹھے ایک فلسفیانہ مسئلہ پر بات چیت کر رہے تھے۔حضور محل میں داخل

ہو کر سیدھے اسی خاص کمرے میں پہنچ گئے۔ خلیفہ اور فلسفی حضرت کی اچانک آمد سے حیرت میں پڑ گئے۔ اور احتراماً کھڑے ہو گئے۔ حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تو وہ بھی بیٹھ گئے۔ کچھ دیر سکوت کا عالم رہا اور پھر حضرت نے فرمایا آپ خاموش کیوں ہیں؟ میں تو آپ کی باتیں سننے آیا ہوں۔ خلیفہ اور فلسفی نے ٹالنے کی کوشش کی۔ مگر حضور کے اصرار پر فلسفی نے کہا میں خلیفہ کے سامنے فلسفہ کا ایک مسئلہ بیان کر رہا تھا۔ اور انہیں بتا رہا تھا کہ حرکت تین قسم کی ہے۔ اول حرکت طبعی، دوم حرکت ارادی، اور سوم حرکت قصری۔ یہ آسمان حرکت طبعی کی وجہ سے متحرک ہے۔ اس کی حرکت نہ قصری ہے نہ ارادی۔ حضرت نے فرمایا غلط ہے۔ آسمان حرکت قصری میں ہے اور کسی کے حرکت دینے سے محترک ہے۔ آپ نے اس کے ثبوت میں سرور عالم حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش فرمائی۔ فلسفی حدیث سن کر ازراہ تمسخر ہنسا اور کہنے لگا کہ یہاں حدیث کا کیا کام یہ تو فلسفہ کا مسئلہ ہے۔ کوئی فلسفیانہ دلیل پیش کریں۔ حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ اس فلسفی کی اس حرکت سے جذبے میں آگئے اور نہایت جوش کے عالم میں خلیفہ اور فلسفی کا ہاتھ پکڑ کر انہیں کھینچتے ہوئے کمرے سے باہر صحن میں لے آئے۔ اور بارگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی۔ ''اے خدائے بزرگ و برتر ان دونوں کو ان رازہائے سربستہ سے آگاہ فرما کہ جو تو اپنے خاص بندوں پر منکشف فرمایا کرتا ہے۔'' اس دعا کے ساتھ ہی خلیفہ اور فلسفی کی نگاہوں سے تمام حجاب اٹھ گئے اور ان دونوں نے ان کے وقت کھلی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ آسمان کو فرشتے حرکت دے رہے ہیں۔ جب عین الیقین کے درجہ پر فائز ہوئے تو پتہ چلا کہ آسمان حرکت قصری کی وجہ سے متحرک ہے۔ اور شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا تھا وہی درست ہے۔ یہ ہے مقرب بارگاہ صمدیت کی کرامت کہ اس کی توجہ کی برکت سے رب تعالیٰ نے خلیفہ اور فلسفی کو وہ مقام عطا کر دیا جو سالہا سال کی عبادت و ریاضت کے بعد بھی حاصل ہونا مشکل ہے۔

حقیقت کشف

کشف کے لغوی معنی کشادہ اور برہنہ کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں

بغیر ظاہری و باطنی واسطہ کے محض فیضان الٰہی کے واسطہ سے کسی امر کے منکشف ہو جانے کو کشف کہتے ہیں۔

حدیث نبوی میں اسے فراست سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اِتَّقُوْا مِنْ فراسۃِ الْمُوْمِن فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللہ۔

ترجمہ: ''مومن کی فراست (دانائی) سے ڈرو تحقیق وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یہاں مومن سے مراد ولی کامل ہے۔ جو حقیقتاً مکمل ایمان رکھتا ہے۔ اور مکمل ایمان والے ہی اللہ کے ولی ہوتے ہیں۔

اِنَّ وَلِیَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا۔

کتاب ''معارف وطریقت'' میں کشف کی مندرجہ ذیل چار قسمیں ہیں:

(۱) کشف کونی (۲) کشف الٰہی (۳) کشف ایمانی (۴) کشف عقلی

(۱) کشف کونی

کائنات کے مادی حالات سے بعض کا انکشاف ہو جانا کشف کونی ہے۔ یہ کشف عبادت وریاضت بدنی کا نتیجہ ہے۔ اعمالِ وصالح کی برکت سے عالم رویا (خواب) اور مراقبہ رو پذیر ہوتا ہے اس کا تعلق زیادہ تر تزکیہ نفس سے ہے۔ نفس جتنا آلائش دنیا سے صاف اور صقیل ہوگا اتنا ہی کائنات کے مادی حالات بذریعہ کشف معلوم ہوں گے۔

نفس کیا ہے؟ اور اس کا تزکیہ (صفائی) کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ اس کے متعلق عارف باللہ حضرت شیخ خواجہ مخدوم علی بن عثمان الہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ اللہ سرہ العزیز اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں ارشاد فرماتے ہیں۔''

جاننا چاہئے کہ نفس لغت کی رو سے کسی کا وجود اور اس کی حقیت و ذات ہے اور لوگوں کی عبادات و عادات جاریہ میں مختلف ومتضاد و معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک گروہ کے نزدیک روح کے معنی ہیں اور دوسرے کے نزدیک مروت کے معنی ہیں۔ تیسرے کے

نزدیک جسم کے معنی ہیں۔اور چوتھے گروہ کے نزدیک خون کے معنی میں آتا ہے، لیکن جماعت صوفیہ کے محققین کے نزدیک اس لفظ سے ان مذکورہ معانی میں سے کوئی معنی بھی مراد نہیں۔اور وہ اس حقیقت میں سب موافق ہیں کہ یہ (نفس) شر کا منبع اور برائی کا رہنما ہے۔لیکن ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ ایک عین چیز ہے جو جسم میں ایسے ہی ودیعت کی گئی ہے جیسے روح۔ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ زندگی کی طرح جسم کی ایک صفت ہے۔اور اس بات پر سب متفق ہیں۔کہ کمینے اخلاق اور برے افعال کا اظہار اسی کے سبب ہوتا ہے۔کیونکہ نفس محل شر ہے جو ردی اوصاف، تکبر، بخل، کینہ، وغصہ وغیرہ باطن میں پیدا ہوتے ہیں۔وہ ظاہر کے اچھے اوصاف سے پاک ہو جاتے ہیں اور جو بد فعال ظاہر میں پیدا ہوتے ہیں وہ باطن کے پسندیدہ اوصاف سے دور ہو جاتے ہیں۔"

کشف المحجوب کی اس عبارت سے نفس کی حقیقت معلوم ہو گئی۔اور یہ پتہ بھی چل گیا کہ نفس کی صفائی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔انسان کو چاہئے کہ ظاہر و باطن اچھے اور پسندیدہ اوصاف وافعال اختیار کرے تا کہ خفی اور جلی برائیاں دور ہوں اور تزکیہ نفس حاصل ہو، تزکیہ نفس کا ایک طریقہ اس کی خواہشات کی مخالفت ہے۔

☆...... حضرت داتا گنج بخش شیخ مخدوم خواجہ علی الہجویری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"نفس کی مخالفت تمام عبادات کا اصل اور مجاہدات کا کمال ہے۔اور بندہ مخالفت نفس کے بغیر حق تعالیٰ کی طرف راہ نہیں پاتا۔نفس کی موافقت بندہ کی ہلاکت اور اس کی مخالفت بندہ کی نجات کا باعث ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے نفس کے خلاف کوشش کرنے والوں کی تعریف اور اس کی موافقت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوٰى ۔

"جس نے نفس کو خواہشات سے باز رکھا۔پس اس کا ٹھکانہ جنت ہے"۔

(پارہ ۳۰ سورۃ النّٰزعٰت: آیت ۴۰،۴۱)

اَفَکُلَّمَا جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ بِمَالَا تَھْوٰیٓ اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ ۔

''پس جب کبھی تمہارے پاس رسول وہ احکام لے کر آیا جن کو تمہارے نفس نہ چاہتے تھے تو تم اکڑ بیٹھے۔''

(پارہ ا سورۂ بقرہ: آیت ۸۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو بَصَّرَہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ اس کو نفس کے عیوب دکھا دیتا ہے۔ سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کر کے رب تعالیٰ نے فرمایا ''اے داؤد اپنے نفس سے عداوت رکھ فَاِنَّ وُدِّیْ فِیْ عَدَاوَتِھَا تحقیق میری محبت اس کی عداوت میں ہے۔

نفس کی مخالفت گویا مجاہدہ نفس ہے۔ اور نفس کے ساتھ جنگ کرنے والا بہت بڑا مجاہد ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کے مجاہد کو جہاد اکبر فرمایا ہے۔

☆...... ارشاد ہوتا ہے:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِھَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰی جِھَادِ الْاَکْبَرْ ۔

''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ حضور جہاد اکبر کیا ہے۔ قَالَ اَلَا وَھِیَ مُجَاھَدَۃُ النَّفْسِ فرمایا' خبردار وہ مجاہدہ نفس ہے۔

☆...... حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدہ نفس کو جہاد پر فضیلت دی ہے۔ اس لئے کہ اس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ جہاد خواہش نفس کو مٹانا ہے اور مجاہدہ اس کا مغلوب کرنا ہے۔ جب محققین نے مجاہدات کا اثبات کیا ہے اور ان کو مشاہدہ کے اسباب بتایا ہے۔

اَلْمُشَاھِدَاتُ مَوَارِیْثُ الْمُجٰھِدَاتِ ۔

''مشاہدے مجاہدوں کی میراثیں ہیں یعنی نتائج ہیں''۔

پس معلوم ہوا کہ جو مجاہدہ نفس میں زیادہ تیز ہوگا اور عبادات و ریاضات کے ذریعے سے جس کا نفس آلائش دنیا سے جتنا صاف و صیقل ہوگا۔ اتنا ہی اسے کائنات کے

مادی حالات بذریعہ کشف معلوم ہوں گے۔

مولانا مودودی صاحب تزکیہ نفس کے ان طریقوں کے جو صوفیائے کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں وضع کئے ہیں مخالفت کرتے ہیں۔اور انہیں قرآن وحدیث سے ہٹے ہوئے قرار دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیب پر ایمان پر مطمئن ہو گئے تھے۔انہیں مشاہدے کی طلب نہ تھی۔اس لئے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کی تھی' آپ اپنی کتاب رسائل ومسائل میں کہتے ہیں۔

''اہل تصوف میں ایک مدت سے تزکیہ نفس کا جو مفہوم رائج کیا گیا ہے اور اس کے جو طریقے عام طور پر ان میں چل پڑے ہیں وہ قرآن وحدیث کی تعلیم سے بہت ہٹے ہوئے ہیں۔صحابہ کرام نے تو عالم بالا کے معاملہ میں صرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اعتماد پر غیب کی ساری حقیقتوں کو مان لیا تھا۔اس لئے صحابہ کرام کو مشاہدے کی طلب نہ تھی۔نہ اس کے لئے انہوں نے کوئی سعی کی۔وہ بجائے اس کے کہ پردے کے پیچھے جھانکنے کی کوشش کرتے۔اپنی ساری قوتیں اس جدوجہد میں صرف کرتے تھے۔کہ پہلے اپنے آپ کو پھر ساری دنیا کو خدائے واحد کا مطیع بنائیں......''۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیب کی تمام حقیقتوں کو اس طرح مان چکے تھے کہ انہیں مشاہدات کی قطعاً طلب نہ رہی' یا انہوں نے مشاہدات کی ضرورت نہ سمجھی۔اس لئے انہوں نے کوئی ایسی کوشش نہیں کی کہ جس کا مقصد حصول مشاہدات ہوتا۔مولانا دراصل تزکیہ نفس اور اس کے طریقوں کی ضرورت نہیں سمجھتے' حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی مشاہدات کا انحصار تزکیہ نفس پر ہی تھا۔اور تزکیہ نفس کے لئے انہوں نے وہی طریقے اختیار کئے جو کتاب سنت کے مطابق تھے۔اور اس طرح انہوں نے صرف غیب پر ایمان لانے پر ہی اکتفا نہیں کیا اور غیب کے پردوں کے پیچھے صرف جھانکنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ وہ پردوں کو ہٹا کر بالکل اندر ہی داخل ہو گئے اور علم الیقین سے عین الیقین اور پھر حق الیقین کے درجہ پر فائز ہو گئے۔ذیل کی حدیث نبوی

جو...... کشف المحجوب سے نقل کی جاتی ہے۔ سے مذکورہ الصدر خیال کی تائید ہوتی ہے۔

''حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

کیف اصبحت یا حارثۃ قال اصبحت مومنًا باللہ حقًا۔''

اے حارثہ تو نے صبح کیسے کی؟ عرض کیا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے حارثہ جو بات تو کہہ رہا ہے اس میں غور کر' کیونکہ ہر ایک چیز کی کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ پس بتا تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ عَزَلْتُ نَفْسِیْ وَصَرَفْتُھَا عَنِ الدُّنْیَا میں نے اپنے نفس کو دنیا سے الگ کرلیا۔ اور اس سے ہٹالیا ہے۔ میرے نزدیک اس کے پتھر' سونا' چاندی اور مٹی کا ڈھیلا سب برابر ہے۔ پس میں رات کو بیدار اور دن کو پیاسا رہا۔ یہاں تک کہ میری یہ حالت ہوگئی کہ گویا میں اپنے رب کے عرش کو کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں۔ اور اہل جنت کو دیکھتا ہوں کہ وہ وہاں آپس میں ملاقات کر رہے ہیں اور اہل دوزخ کو دیکھتا ہوں کہ وہ آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو شرمسار کر رہے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا عَرَفْتَ فَالْزِمْ تو نے اپنے رب کو خوب پہچانا۔ پس اس ایمان اور عرفان کو اپنے اوپر لازم کرلے۔''

☆...... حضرت مولانا خواجہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو مثنوی کے اول دفتر میں پوری تفصیل سے نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب رسول اکرم' نور مجسم' صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم سے ان کے ایمان کی حقیقت دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ

گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا
شب نخفتم زعش و سوز ہا
گفت خلقاں' چوں بہ بینند آسماں
من بہ بینم عرش را باعرشیاں

هفت جنت ، هفت دوزخ پیش من
هست پیدا ہمچو بت پیش شمن
یک بیک دامی شناسم خلق را
ہمچو گندم من زجو در آسیا

''میں دن کو (بہ سبب روزہ کے) پیاسا رہا اور رات عشق الٰہی اور سوز محبت کی وجہ سے نہیں سویا اور شب بیدار رہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں۔ اسی طرح میں عرش اور عرشیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ سات جنتیں او - دوزخیں میرے پاس اس طرح ہیں جیسے پجاری کے سامنے بت۔ میں جنتیوں اور دوزخیوں کو اس طرح شناخت کر رہا ہوں کہ جس طرح گندم کو جو سے پہچانا جاتا ہے اور یہ میرے ایمان کی حقیقت ہے۔ یعنی میں ایمان کے اس درجے پر پہنچ چکا ہوں کہ جہاں غیر مشاہدہ میں تبدیل ہو چکا ہے۔''

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے تزکیہ نفس کے لئے دن کو روزہ رکھنا اور شب کو بیدار رہنا ضروری سمجھا اور نفس کو مجاہدہ میں ڈالا۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دن کے وقت ہوش اور بیداری میں انہوں نے عرش، ساکنان عرش، جنت، دوزخ اور وہاں کے رہنے والوں کو چشم سر سے دیکھا۔ یہی نہیں بلکہ جنتیوں کو آپس میں ملاقات کرتے اور دوزخیوں کو آپس میں جھگڑتے اور ایک دوسرے کو شرمسار کرتے دیکھا۔ مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتماد پر غیب کی ساری حقیقتوں کو مان لیا تھا۔ اس لئے ان کو مشاہدے کی طلب نہ تھی۔'' کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کا دعویٰ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں تصوف اور صوفیائے کرام سے بغض و اعناد ہے۔ کہ جس کی بنا پر ایسی باتیں لکھ گئے کہ جن کے ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی معقول دلیل نہیں۔

مودودی صاحب کا یہ کہنا بھی کس قدر غلط بیانی پر مبنی ہے کہ تزکیہ نفس کے لئے

اہل تصوف میں جو طریقے چل پڑے ہیں۔ وہ قرآن وحدیث کی تعلیم سے ہٹے ہوئے ہیں ۔حالانکہ تزکیہ نفس کے لئے صوفیائے حضرات نے وہی طریقے اختیار فرمائے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اختیار کئے تھے۔ مولانا عبدالعلی بحر العلوم نے بھی مذکورہ بالا حدیث کہ جس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے مشاہدات کا ذکر ہے۔ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ کی کتاب ''آداب ارشاد المریدین'' سے مثنوی کی شرح میں نقل کی ہے جس کا جی چاہے وہاں ملاحظہ کر لے۔

(۲) کشف الٰہی

ذات وصفات اسمائے الٰہیہ سے متعلق حقائق ومعارف عالم ارواح وملائکہ کا کشف' کشف قبور اور کشف قلوب' کشف الٰہی کے افراد ہیں۔ یہ کشف اشغال واذکار باطنی کا ثمرہ ہے اور تصفیہ قلب سے متعلق ہے۔

ذات باری کی کنہہ کو پہنچنا انسانی فہم وعقل کا کام نہیں اور ذات میں غور وفکر کرنا بھی درست نہیں۔ اس لئے وہ ذات بے مثل وبے عدیل ہے۔

☆...... حضرت خواجہ مصلح الدین سعدی شیرازی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برتر از خیال و قیاس و گمان وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر
ماہچنیں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

یعنی رب العزت کی ذات اقدس' خیال وقیاس وگمان وہم سے بالکل بالاتر ہے۔ اور انسان کے لئے حقیقت ذات معلوم کرنا امر محال ہے' البتہ صفات الٰہیہ پر غور وفکر کرنے سے اس کی ذات کی طرف نشان دہی ہوتی ہے اس لئے

تَفَكَّرُوْا فِيْ صِفَاتِهٖ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِيْ ذَاتِهٖ۔

''جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو جانا۔''

یعنی اس کی صفات میں غور کرو۔ اور اس کی ذات میں غور مت کرو کا حکم دیا گیا ہے ، جوں جوں اس کی صفات پر غور کیا جائے گا۔ اس کی ذات کے متعلق یقین کامل تر ہوتا چلا جائے گا۔ یہی ذات کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس (ذات) پر اس طرح غور کیا کہ یہ کس طرح عدم سے وجود میں آیا۔ یہ اپنی ساخت اور بناوٹ کے سلسلہ میں کن کن مراحل سے گزرا؟ اسے کیوں پیدا کیا گیا؟ اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ ان سوالات کا جواب اسے اپنے وجود کے اندر ہی ملے گا۔ کوئی کہنے والا کہے گا کہ یہ عجائب وغرائب کا مجسمہ خود بخود معرض وجود میں نہیں آیا۔ اس کا کوئی بنانے والا ضرور ہے۔ اور یہی کوئی" خدا ہے جو نظر تو نہیں آتا۔ مگر اپنی بے پناہ صفات سے پہچانا ضرور جاتا ہے۔

☆...... خواجہ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اتصال بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را باجان ناس

ذات وصفات سے گزر کر اسمائے الٰہیہ کا درجہ ہے اور پھر ان کے ظہورات' انوار اور مقتضیات کا پایہ ہے۔ ہر اسم نور وظہور رکھتا ہے اور ہر اسم کے متقضیات وآثار ہیں۔

اسمائے صفات کی معرفت کی شکل یہ ہے کہ ان کے معانی کے نتائج اور لوازم اس شرط کے ساتھ سمجھ لئے جائیں کہ حقیقی معنی مراد نہ ہوں۔ اسماء وافعال الٰہی کے حقیقی معنی تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں۔ مگر مخلوق اپنے خالق کو اس کی صفات سے ہی پہچان سکتی ہے اس لئے متعارف الفاظ ہی میں اس نے اپنی صفات وافعال کو ظاہر فرمایا ہے۔ تا کہ بندے الفاظ سے نتائج ولوازم اخذ کر کے اپنے معبود کو پہچان سکیں۔

کشف الٰہی میں ملائکہ کے انوار بھی نظر آیا کرتے ہیں اور کبھی کسی خاص جسمانیت کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ گئی رات گھر کے صحن میں قرآن حکیم کی تلاوت کر رہے تھے۔ اختتام پر جب آپ کی نظر اچانک اوپر کو اٹھی تو آپ

کوایک نورانی سائبان فضا میں تنا ہوا دکھائی دیا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت روشن چراغ نظر آتے تھے۔ صبح کو جب بارگاہ رسالت میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نورانی سائبان فرشتوں کے پر تھے جو انہوں نے فضا میں پھیلائے ہوئے تھے۔ اور جو روشن نظر آتے تھے۔ وہ فرشتوں کے چہرے تھے۔ فرمایا جہاں قرآن عزیز کی تلاوت ہوتی ہے فرشتے وہاں آتے ہیں کہ ''جس مقام پر قرآن حکیم پڑھا جاتا ہے فرشتے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آؤ تمہارا مقصود یہاں ہے'' اور یہی کیفیات ذکرالٰہی کی مجالس میں بھی معلوم ہوتی ہیں۔ بعض صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ذکر وفکر کے وقت بھینی بھینی خوشبو آنے لگتی ہے۔ یہ دربار رسالت (ﷺ) کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔ جو فرشتوں کے ذریعے بھیجی جاتی ہے۔

☆...... مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک
نقشہا بینی بروں از آب و خاک

''جب اشغال واذکار کے ذریعے سے دل کا آئینہ صاف اور صیقل ہو جاتا ہے تو اس میں ایسے نقش ونگار نظر آتے ہیں کہ جن کا آب وخاک وبارونار سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔''

پانی کے کنارے کنارے اگر درخت اگے ہوئے ہوں اور پانی صاف وشفاف ہو تو ان درختوں کا پورا عکس پانی میں نظر آئے گا۔ اگر پانی گدلا اور میلا ہوگا تو باہر کی کسی چیز کا عکس اس میں دکھائی نہیں دے گا۔ اسی طرح جو شخص خدا کے ذکر وفکر میں مشغول رہتا ہے تو اسکا ذکر وفکر کا نور اس کے دل کو جلا بخش کر آئینہ کی طرح چمکدار بنا دیتا ہے۔ اور اس میں آلائش دنیا کا ذرہ بھر بھی اثر موجود نہیں رہتا۔ پھر جب اس کے سامنے کوئی شخص آتا ہے اور خواہشات دنیا اس کے دل میں موجود ہوتی ہیں تو وہی خواہشات اس کے صاف اور شفاف دل میں بطور عکس نظر آتی ہیں تو یہ آنے والے شخص کے حالات بغیر اس کے ذکر کے بتانا

شروع کر دیتا ہے۔ یہی کشف القلوب ہے اسی طرح عالم ارواح کا کشف ہوتا ہے کہ روحیں عالم مثال میں نظر آتی ہیں اور ہمکلام ہوتی ہیں۔

(۳) کشف ایمانی

خاص الہامات سے مشرف ہونا' ملائکہ سے مکالمہ' شب قدر اور عالم مثال میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی ارواح سے ملاقات' کشف ایمانی سے متعلق ہے۔

کشف ایمانی سے مراد یہ ہے کہ نور ایمان کے واسطہ سے عالم غیب کا کوئی واقعہ متجلی ہو جائے۔ یہ کشف قوت ایمانی' یقین کامل اور اعتقاد و جازم کا نتیجہ ہوتا ہے اور تجلیات روحانی اور کمالات نبوت کے قرب کی دولت حاصل ہونے سے متعلق ہے۔ اسے جسے ایمانی طاقت' یقین کامل' اعتقاد راسخ زیادہ حاصل ہوگا اور جس کی روح زیادہ متجلی ہوگی اور جسے کمالات نبوت کا زیادہ قرب حاصل ہوگا اسے خاص الہامات سے نوازا جائے گا۔ وہ فرشتوں سے باتیں کرے گا۔ اسے شب قدر اور عالم مثال میں انبیاء اور اولیاء کی روحوں سے شرف ملاقات حاصل ہوگا۔

جاننا چاہئے کہ الہام کی دو قسمیں ہیں:

(۱) الہام عام (۲) الہام خاص

الہام عام سے ہر شخص مستفید ہوتا ہے یہ الہام تمام ذی روح میں نفوس کو پہنچتا ہے اور ان کے دلوں میں ارادے پیدا کرتا ہے۔ اس ارادے کا اطلاق فعل اور ترک فعل دونوں پر ہوتا ہے۔ الہام خاص وہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر بلا دخل فکر و اندیشہ' اور بلا توسط حواس بندگان خاص کے قلوب پر القاء فرماتا ہے۔ ان کے ساز نفس سے یہ نغمات بے صورت منتشر ہونے لگتے ہیں۔ بعض اوقات خدائے تعالیٰ ملائکہ کے واسطے سے آواز وصوت کے ساتھ بھی اپنے اولیاء کو اپنا پیغام پہنچاتا ہے۔ اسے صدائے سروش بھی کہتے ہیں۔ اس صدائے سروش یا صدائے غیبی کا احساس سماعت سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اکثر یہ آوازیں گوش باطنی یعنی گوش دل سے سنی جاتی ہیں۔ گوش دل سے سننے سے مراد عالم استغراق میں یا مراقبہ

میں جب کہ ظاہری حواس ہو کر معطل ہو جائیں تو ایسے میں صدائے غیبی جب سنی جائے گی تو
یہ گوش باطنی سے سننا ہو گا۔

☆...... مولف کے شیخ طریقت مجدد تصوف حضرت خواجہ سید ابوالفیض قلندر علی شاہ قبلہ
سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الفقر فخری'' میں الہام کی تعریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

''کسی خیر اور اچھی بات کا بلا نظر و فکر اور بلا کسی سبب ظاہری کے من جانب اللہ قلب میں القاء ہونے کا نام ''الہام'' ہے۔ جو علم بہ طریقہ حواس ہو وہ ادراک حسی ہے۔ اور جو علم بغیر طور پر حس' اور طور عقل من جانب اللہ بلا کسی سبب کے دل میں ڈالا جائے وہ الہام ہے۔ الہام محض موہبت ربانی ہے اور فراست ایمان جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے۔ وہ من وجہ کسب ہے کشف اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے الہام عام ہے مگر کشف کا زیادہ تعلق امور حسیہ سے ہے۔ اور الہام کا تعلق امور قلبیہ سے ہے۔''

گزشتہ اوراق میں وحی کی اقسام کے ذکر کے دوران یہ بتایا گیا ہے کہ الہام بھی وحی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے جس سے اولیاء بھی سرفراز ہوتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں نبی اور غیر نبی کی وحی کے فرق کی بھی تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے۔

☆...... حضرت مجدد تصوف رحمۃ اللہ علیہ ''الفقر فخری'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام الٰہی کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ نبی کو بھیجا ہو۔ اور اس کو وحی نبوت بھی کہتے ہیں۔ جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر بذریعہ القائی القلب ہو تو اس وحی کو الہام کہتے ہیں۔ جو اولیاء پر ہوتی ہے۔ وحی نبوت قطعی ہوتی ہے اور معصوم عن الخطا ہوتی ہے۔

امت پر اس کا اتباع لازم ہوتا ہے۔ اور نبی پر اس کی تبلیغ فرض ہوتی ہے اور الہام ظنی ہوتا ہے اور معصوم عن الخطا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرات انبیاء معصوم عن الخطا ہیں اور اولیاء معصوم نہیں۔ اسی وجہ سے الہام دوسروں پر حجت نہیں اور نہ الہام سے کوئی حکم شرعی ثابت ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ استحباب بھی الہام سے ثابت نہیں ہوتا نیز علم احکام شرعیہ

بذریعہ وحی انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور غیر انبیاء پر جو الہام ہوتا ہے وہ ازقسم بشارت یا ازقسم تفہیم ہوتا ہے۔ احکام پر مشتمل نہیں ہوتا۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کو جو وحی الہام ہوئی وہ ازقسم بشارت تھی۔ نہ کہ ازقسم احکام اور بعض مرتبہ وحی الہام کسی حکم شرعی کی تفہیم اور افہام کے لئے ہوتی ہے۔''

قارئین کرام نے مسئلہ خواب اور اس کی قسموں کے مطالعہ کے دوران یہ معلوم کیا ہوگا کہ خواب مختلف الاقسام ہیں۔ مثلاً خواب صالحہ' خواب صادق اور خواب کاذب وغیرہ اسی طرح الہام کی بھی قسمیں ہیں مثلاً الہام فجور' اور الہام تقویٰ وغیرہ۔

☆ ...... قرآن عزیز میں ارشاد ربانی ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ۔ (پارہ ۳۰ سورۃ الشمس: آیت ۸)

☆ ...... حضرت مجدد تصوف سیدی و مرشدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''جس درجہ کا ایمان اور جس درجہ کی ولایت ہوگی اسی درجہ کا الہام ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ اگر میری امت میں کوئی محدث من اللہ ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے سو جاننا چاہیے کہ تحدیث من اللہ الہام کا ایک خاص مرتبہ ہے جو خاص اولیاء کو حاصل ہوتا ہے۔ جو ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ حق ہوتا ہے اور صدق اور وحی خداوندی اس کی تصدیق کرتی ہے بلکہ خاص جل شانہ کی مشیت یہ ہوتی ہے کہ حق کا ظہور اور صدور اسی محدث من اللہ کی زبان سے ہو۔''

(۴) کشف عقلی

یہ کشف مسائل حکمت نظریہ اور علمیہ' اور علوم طبیعات و ریاضیات والہیات' نیز ان کے مماثل انکشافات پر مشتمل ہوتا ہے۔

بعض احوال کا نور عقل سے معلوم کر لینا' کشف عقلی کہلاتا ہے۔ یہ ذکاوت ذہن اور قوائے شہوانیہ پر قوت عقلیہ کے استیلا کا اقتضاء ہے۔ یہ عقل کی صوابدید اور قوت فکر کے مطابق تہذیب واخلاق سے متعلق ہے۔

تجلی

تجلی کے معنی انکشاف اور ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ قلوب پر ہو یا چشم ظاہری پر۔ ج
انکشاف عالم غیب سے قلب پر ہوتا ہے اسے ''تجلی وجدانی'' کہتے ہیں۔ اور جو آنکھوں سے
دیکھا جاتا ہے اسے ''تجلی شہودی'' کہتے ہیں۔ ان میں ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔

تجلی وجدانی کی قسمیں (۱) حالی (۲) کشفی

حالی

اگر غلبہ حال اور اس کی قوت' انکشافات کا سبب ہو جائے تو یہ تجلیٔ حال' ہے جیسے
منصور علیہ الرحمۃ نے فرط شوق' کثرت طلب اور شدت شوق سے اپنے اندر تجلی حق دیکھ
کر اسے اپنا عین سمجھا۔ اور ''انا الحق'' کہہ اٹھا۔ اس حالت میں امر معلوم کا واقعہ کے مطابق
ہونا ضروری نہیں۔ ممکن ہے مطابق ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مطابق نہ ہو۔ مگر یہ صاحب حال
اپنے قول میں صادق آتا ہے۔ کیونکہ اسے جو کچھ دکھلایا گیا ہے اس نے اسی کے ساتھ ادب
کشائی کی۔

کشفی

تجلی کشفی میں غلبہ حال اور اس کی شدت' انکشاف کا سبب نہیں ہوتی بلکہ صفائے
نفس اور جلائے قلب انکشاف حقیقت کا سبب بن جاتی ہے اور اصل واقعہ کہلاتی ہے جسے ہر
ایک کوتاہ بین نہیں دیکھ سکتا۔

تجلی شہودی کی قسمیں (۱) نوری (۲) صوری

نوری تجلی

نوری تجلی وہ ہوگی کہ اس میں شکل و ہیئت نہ ہو اور نور خالص ظاہر ہو۔ یہ تجلیات

نورانیہ حسب استعداد طالبان حق پر مختلف اقسام اور متعدد رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

صوری تجلی

صوری تجلی وہ ہوگی جو تشخصات و تشکلات میں ہو۔ کسی شکل مخصوص یا تشخص معین میں ہو یا مطلقاً شخصیات و تشکلات ہیں۔ (معارف وطریقت)

چند واقعات کشف

پہلا واقعہ

''قلائد الجواہر'' جس میں شہباز لامکانی' غوث صمدانی' محبوب سبحانی' حضور غوث اعظم ابو محمد' محی الدین' خواجہ سید عبدالقادر جیلانی الگیلانی البغدادی رضی اللہ عنہ کے مستند حالات طیبہ وفضائل و مناقب درج ذیل ہیں میں لکھا ہے کہ

''۲۷ ذی الحجہ شریف ۵۲۳ ھ میں بروز بدھ آپ قبرستان شونیز کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ اثناء زیارت میں آپ حضرت شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر تشریف لائے۔ یہاں آپ دیر تک ٹھہرے رہے۔ حتی کہ آفتاب کی تپش زیادہ بڑھ گئی۔ واپس ہوئے تو چہرہ انور پر سرور نمایاں تھا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ۴۹۹ ھ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ۱۵ شعبان کو جمعہ کے روز ہم لوگ شیخ موصوف (شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ جامع المصافہ میں نماز پڑھنے کی غرض سے بغداد سے نکلے۔ جب ہم یہود کے پل کے قریب پہنچے تو آپ نے مجھے پانی میں دھکیل دیا۔ اس وقت نہایت سردی کے دن تھے۔ جب آپ نے مجھے دھکیلا تو میں بِسْمِ اللّٰہِ نَوَیْتُ غُسْلَ الْجُمُعَۃِ کہتا ہوا پانی میں کو د پڑا۔ میں اس وقت صوف کا جبہ پہنے ہوا تھا۔ آپ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ مجھے اس وقت سردی سے تکلیف پہنچی۔ آپ کے بعض اصحاب نے پانی میں مجھے پھر دھکیلنا چاہا۔ آپ نے انہیں ڈانٹا اور فرمایا کہ میں نے تو امتحان کی غرض سے انہیں پانی میں دھکیلا تھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ پہاڑ کی طرح مضبوط آدمی ہیں۔''

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے قبر میں شیخ موصوف (شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ) کو جواہر سے مرصع ایک نورانی حلہ پہنے' تاج یاقوتی سر پر رکھے۔ پیروں میں سونے کا نعلین دیئے ہوئے' ایک عمدہ صورت میں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا یہ ایک ہاتھ صحیح اور ایک ہاتھ بیکار ہے۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے اسی ہاتھ سے تمہیں پانی میں دھکیلا تھا۔ کیا مجھے تم اس کی معافی دے سکتے ہو؟ میں نے کہا میں آپ کو اس کی نسبت سے معافی دیتا ہوں۔ فرمایا اچھا میرے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا مانگو کہ وہ میرے ہاتھ کو درست فرمادے۔ میں اسی لئے اتنی دیر تک کھڑا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہا۔ پانچ ہزار اولیاء اللہ میرے ساتھ دعا مانگ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمائے۔ یہاں تک کہ اللہ کریم نے ان (شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ) کا ہاتھ درست کردیا اسی ہاتھ سے آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔''

کشف القبور کے متعلق قارئین حضرات ''اذکار و اشغال'' کے باب میں تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہاں ایک طریقہ تحریر کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز موثر ثابت ہوگا آپ اگر کسی صاحب مزار کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ تو مزار پر جا کر صاحب مزار کے سینے کے مقابل بیٹھ جایئے اور فاتحہ خوانی کیجئے۔ ایصال ثواب کے بعد مراقبہ کیجئے اور اپنے شیخ (پیر طریقت) کا تصور کیجئے۔ اس تصور میں پوری طرح کھو جایئے یہاں تک کہ غنودگی کی کیفیت طاری ہوجائے۔ خدا نے چاہا تو شیخ (جسے آپ تصور میں دیکھ رہے ہیں) سامنے سے ہٹ جائے گا اور اس کی جگہ صاحب مزار ہوگا۔

دوسرا واقعہ

☆...... اشرف علی تھانوی کی کتاب ''میلادالنبی علیہ السلام'' میں لکھا ہے کہ:

''سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ اپنی جوانی میں ایک بزرگ کی زیارت کو جا رہے تھے۔ ساتھ میں دو آدمی اور تھے۔ آپس میں گفتگو ہوئی۔ جس طرح راستہ طے کرنے والے دوستوں میں ہوا کرتی ہے کہ بھائی تم ان بزرگ کے پاس کس غرض سے جا رہے

ہو۔ایک شخص نے تو کچھ دنیوی غرض بتائی کہ میں فراخی رزق کے لئے دعا کرانے جا رہا ہوں۔دوسرے شخص نے جو ایک عالم تھا اور اس کا نام ابن السقاء تھا کہا میں ان بزرگ کا امتحان کرنے جا رہا ہوں کہ دیکھوں یہ خالی بزرگ ہی ہیں یا کچھ علم سے بھی متعلق ہے۔ میں ان سے ایسے پیچیدہ سوال کروں گا کہ جن کا جواب نہ بن پڑے گا۔پھر حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے ان دونوں نے پوچھا کہ صاحبزادے! تم کس کام کے لئے جا رہے ہو۔فرمایا میں تو صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ یہ بزرگ اللہ کے مقبول بندے ہیں۔شاید ان کی زیارت سے ہمارے نفس کی اصلاح ہو جائے۔اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے حال پر بھی فضل ہو جائے غرض تینوں کی نیت کا حال معلوم ہو چکا تھا۔اب یہ لوگ کچھ عرض بھی نہ کر پائے تھے کہ شیخ نے خود ہی سب کے سوالات کا جواب دے دیا۔ جو شخص دنیوی غرض سے آیا تھا اس سے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سونے چاندی کے ڈھیر تیرے پیروں کے نیچے ہوں گے (گویا اس کا مقصد پورا ہو گیا) ابن السقا سے فرمایا کہ تیرا ایک سوال یہ ہے اور اس کا یہ جواب' دوسرا سوال یہ ہے اس کا جواب' سوالوں کے جواب تو یہ ہیں مگر تیرے چہرے پر آثار کفر نظر آرہے ہیں اور میں وہ حالت دیکھ رہا ہوں جب کہ تو اسلام سے مرتد ہو جائے گا۔چنانچہ یہ شخص ایک مرتبہ خلیفہ وقت کی طرف سے ہرقل کے پاس کوئی پیغام لے کر گیا تھا۔چونکہ بڑا عالم تھا اس لئے خلیفہ نے سفارت کے لئے اسے منتخب کر رکھا تھا۔مگر اس نے ان بزرگ کے ساتھ گستاخی کی نیت کی تھی اس کے وبال میں ہرقل کے پاس جا کر اس کی کسی لڑکی پر فریفتہ ہو کر اس کے عشق میں نصرانی ہو گیا اور اسی حالت میں مرا نعوذ باللہ منہ۔

اور حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات نظر آرہی ہے کہ تم منبر بغداد پر بیٹھے ہوئے ہو اور کہہ رہے ہو۔

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رِقَابِ كُلِّ اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ۔

''اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اولیاء اللہ کی گردنیں اس وقت جھک رہی ہیں''۔

☆...... تھانوی یہاں تک لکھنے کے بعد تحریر کرتا ہے کہ:

''کتنا صحیح کشف تھا۔ کیونکہ یہ بات انہوں نے ایسے وقت فرمائی تھی کہ اس وقت حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بالکل بچے اور نوجوان تھے۔ اس کا کسی کو وہم بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ کسی وقت اس درجے کو پہنچیں گے۔ مگر کشف بالکل صحیح تھا''۔

تیسرا واقعہ

☆...... مولف شیخ طریقت امام السالکین حضرت خواجہ السید الحاج ابوالفیض صوفی خواجہ قلندر علی شاہ صاحب قبلہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ صحیفہ غوثیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور واقعہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں بیان فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ) ایک مرتبہ خارقان کی سرحد پر تشریف لے گئے۔ اور بیٹھے بیٹھے فرمانے لگے کہ مجھے اس علاقہ (خارقان) سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے جو مجھ سے بعد پیدا ہوگا۔ دوستوں نے اس مرد خدا کے نشات پوچھے' نام پوچھا۔ تو آپ نے نشانات من وعن بیان فرما کر اس کا نام ابوالحسن خرقانی فرمایا۔ چنانچہ وہ مرد خاد ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے تقریباً چالیس برس بعد خارقان میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے متعلق بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ ''یہ رمل ونجوم یا قیافیہ وحکمت نہ سمجھنا چاہئے۔ جس کی بنا پر بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ بلکہ یہ علم الٰہی تھا۔''

''حیات باقیہ'' میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ قطب اقطاب حضرت خواجہ شیخ باقی باللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا اولیاء اللہ کو آنے والے زمانے کی خبریں کس طرح معلوم ہوجاتی ہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ

''ہرچہ میگویند بالہام حق سبحانہ' وتعالیٰ یا بفرس کامل کہ ایشاں را حق سبحانہ وتعالیٰ عطا

کردہ است دریافتہ حکم می کنند' ائمہ مجتہدین از معانی قرآن نکات علوم شرعیہ استخراج کردند اولیاء اللہ حقائق و معارف از آں معانی فرار گرفتند' ہم دریں محل فرمودند کہ شخصے از حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم پرسید کہ شما از اہلبیت آں سرور ﷺ ہستند' از شما قریب تر دیگرے دبود' بشما چیزے گفتہ باشند کہ بہ دیگراں از گفتہ اند' فرمودند چنیں نیست' آنچہ بدیگراں گفتہ اند۔ بما ہم گفتہ اند' وآنچہ بما گفتہ اند بہمہ گفتہ اند' امامارا فہمے دوریافتے دادہ اند کہ دیگراں رانہ دادہ اند۔ وایں بیت از مثنوی خواندند۔"

اہل دیں از دور نامت بشنوند تابقعر تارو پودت دروند

بلکہ پیش از زادن تو سالہا دیدہ باشندت ترا با حالہا

ترجمہ: "اولیاء اللہ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر کہتے ہیں یا اس دانائی کی بناء پر جو مولیٰ کریم نے انہیں عطا فرمائی ہے۔ حقیقت کو معلوم کر کے بیان کرتے ہیں ائمہ مجتہدین نے قرآن حکیم کے معانی سے علوم شرعیہ کی باریکیاں نکالیں۔ اور اولیاء اللہ نے ان معانی سے حقائق و معارف دریافت کیے۔ اس موقع پر فرمایا کہ ایک شخص نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا کہ آپ سرور عالم ﷺ کے اہل بیت ہیں اور کوئی دوسرا آپ سے زیادہ ان کے قریب نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ آپ سے ارشاد فرمایا ہوگا وہ کسی دوسرے کو انہوں نے نہیں بتایا ہوگا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہیں۔ حضور ﷺ نے جو کچھ دوسروں کو بتایا وہ ہمیں بھی بتایا۔ اور جو کچھ ہم سے فرمایا وہ دوسروں سے بھی فرمایا۔ لیکن ہمیں جو فہم و ادراک دیا گیا ہے وہ دوسروں کو نہیں دیا گیا ہے۔

اہل دین بہت دور دراز سے تیرا نام سنتے ہیں۔ یہاں تک کہ تیری حقیقتوں کی گہرائیوں تک چلے جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ تیری پیدائش سے سالہا سال قبل انہوں نے تیرا حال دیکھا ہوا ہوتا ہے۔ جو لوگ فی الوقت لوگوں کے روبرو بیان کرتے ہیں۔

اشغال وافکار

علم لدنی (علم الٰہی) کے حصول کے لئے اشغال واذکار بھی ایک ذریعہ ہے۔اس سلسلہ میں صوفیائے کرام نے ذکرواذکار، اعمال اشغال بھی تجویز فرماتے ہیں جن پر اپنے شیخ یا کسی عامل کی اجازت کے بغیر عمل کرنا مفید نہ ہوگا۔بعض اذکار واعمال ایسے ہیں ان پر اپنی مرضی سے عمل کرنا سخت نقصان کا باعث ہوتا ہے۔اور یہ نقصان استعداد کی کمی اور غلط طریقہ اختیار کرنے سے ہوتا ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ کسی ذکر یا کسی عمل کو بطور چلہ یا وظیفہ عمل میں لانے سے پہلے کسی عامل کی اجازت حاصل کرے، تاکہ اس کی توجہ کی برکت سے خطرات نفسانیہ اور وساوس شیطان سے بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ رہے۔اور منزل مقصود پر پہنچ جائے۔اشغال کے متعلق قارئین کرام آئندہ صفحات میں بعض مفید مطلب باتیں ملاحظہ کریں گے۔یہاں ذیل میں چند اذکار مولف کے شیخ طریقت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الفقر فخری'' سے نقل کرتے جاتے ہیں:

(۱) تلاوت کلام اللہ

قرآن حکیم بہترین ذکر ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے،

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ۔ (پارہ ۱۴ سورۂ حجر: آیت ۹)

اسکی تلاوت سب سے بہتر اور نہایت ضروری وظیفہ ہے۔اس کی تلاوت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرف کلامی حاصل ہوتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کروں تو قرآن کریم پڑھے۔فجر کا وقت اس کی تلاوت کے لئے سب سے بہتر وقت ہے۔ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ط (پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۸)

''بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے نازل ہوتے ہیں''۔

یعنی نماز فجر میں رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی آجاتے ہیں۔

قرآن کریم کا پڑھنا عوام میں مختلف طریقوں سے رائج ہے۔ مگر صحیح طریقہ وہ ہے جو حفظ کر کے اور ترجمہ سمجھ کر نہایت غور و فکر سے پڑھا جائے۔ اور اس بات پر انتہائی سوچ بچار کو کام میں لایا جائے کہ ہمارے حکیم مطلق نے کیا تعلیم فرمائی ہے۔ قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے ترجمہ وہ منتخب کرنا چاہئے جس سے مراد معنوی اور تاویلوں کا دخل نہ ہو ورنہ ایمان کا ضائع ہو جانا کوئی بعید نہ ہوگا۔ (العیاذ باللہ) فقیر کی دانست میں اکثر تراجم انہی نقائص کے حامل ہیں۔ اور حقیقت کے قریب ترجمہ حضرت اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو تلاوت کے وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔

اگر قرآن حکیم صحیح ترجمہ کے ساتھ غور و فکر سے پڑھا جائے اور اس میں تدبیر سے کام لیا جائے تو اس کے باطنی اسرار قاری پر منکشف ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اور انوار نظر آنے لگیں گے اور معرفت الٰہی کی منزلیں ان شاء اللہ طے ہونے لگیں گی۔

☆...... اللہ کریم نے کفار کے حق میں فرمایا ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۔

''لوگ قرآن میں تدبر (غور و فکر) کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں''۔ (پارہ ۲۶ سورۂ محمد: آیت ۲۴)

☆...... تدبر کرنے والوں کے لئے ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط

''اور وہ جو لوگ ہم میں (خدا کی صفات اور آیات قدرت) میں کوشش کرتے ہیں البتہ انہیں اپنا راستہ دکھاتے ہیں۔'' (پارہ ۲۱ سورۂ العنکبوت: آیت ۶۹)

جو شخص یہ چاہے کہ اسے علم الٰہی حاصل ہو اور اس پر غیبی اسرار منکشف ہوں وہ

مذکورہ بالا قواعد کے تحت قرآن مجید کی تلاوت پابندی سے کرے۔ ان شاء اللہ الرحمٰن حسب دل خواہ کامیابی ہوگی۔

(۲) کلمات طیبات

اس سے مراد چھ کلمات طیبات ہیں۔ جو مسلمانوں میں معروف ہیں۔ جن کے ہر روز پڑھنے سے عامل شش جہات کی آفات وبلیات سے محفوظ رہتا ہے۔ پھر ان میں اوّل کلمہ توحید قاری کے دلوں کو نور اور آنکھوں کو سرور بخشتا ہے۔ بلک اصفیاء واولیاء کے نزدیک معرفت الٰہی کا زینہ ہے۔ قاری کو چاہئے کہ ان چھ کلموں کو ملاحظہ معانی کے ساتھ نہایت ذوق وشوق الجانی اور خشوع وخضوع سے صحیح تلفظ میں ادا کرے۔ تاکہ ان کے برکات سے کما حقہ مستفید ومستفیض ہو سکے۔

(۳) درود شریف

ایک ایسا ذکر ہے کہ اس کو خود رب تعالیٰ اور اس کے فرشتوں نے اختیار کیا ہے۔ پس طالب حق کے لئے۔ اس سے بہتر ذکر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ درود خوانی میں اس کے اور اس کے فرشتوں کے ساتھ شریک ہوں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ درود شریف ہے یعنی سب سے افضل ذکر ہے۔ اس لئے کہ اذکار ونیک اعمال تو بارگاہ صمدیت میں پیش ہوتے ہیں اور درود شریف بارگاہ صمدیت کے علاوہ دربار رسالت میں بھی پیش ہوتا ہے۔ پس یہ افضل الذکر ہے۔

☆...... مولف کے شیخ طریقت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''درود شریف کا ورد کرنا نص قرآن سے ثابت ہے۔ جس کو تمام علماء صلحا امت نے وجوب کا درجہ دیا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ درود شریف کے بغیر کسی وظیفہ کی اجابت' کسی دعا کی قبولیت اور کسی امر صالح میں برکت نہیں ہوتی۔ بلکہ باطنی کشود کار بغیر کسی درود شریف میں ایک امر محال ہے اولیاء کرام اور بزرگان انام کا تجربہ شاہد ہے

کہ جس قدر درود شریف میں کثرت کی جائے اتنی ہی جلد کشود کار اور مطلب برآری ہوتی ہے۔"

(۴) اسماء الحسنٰی

یعنی رب العزت جل و علا شانہ کے ننانوے (۹۹) اسمائے مبارک کی تلاوت ہر روز بلکہ ہر نماز کے بعد ایک ایک بار یا صبح کے وقت تین بار کرنے سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ نفس و شیطان کی تسخیر' اور ظاہری آفات و بلیات سے مامون و مصون رہنے کے لئے اس کو اہل اللہ نے سپر (ڈھال) فرمایا ہے۔ کسی اسم مبارک کو بطور عمل چلہ کشی کرنا بعض اوقات دیوانہ بنا دیتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ رب العزت جل شانہ کے اسماء مبارکہ میں یہی تاثیر ہے کہ اپنے عامل کو پاگل بنا دے۔ بلکہ خود عامل ہی کی بے ڈھنگی تعلیم اور چلہ کشی اس کو اس حد تک پہنچا دیتی ہے جو عموماً پاکیزگی میں بد پرہیزی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو اپنی حقیقت کا نمونہ بنایا ہے اور اسے اپنی جلالی و جمالی صفتوں سے نواز کر سرفراز و ممتاز فرمایا ہے اور تمام نیکیوں اور سعادتوں کا منبع گردانا ہے اور اپنے نور سے منور کیا ہے۔ اس کے اندر لطائف ستہ پیدا فرمائے ہیں۔ ان لطائف کے فردا فردا ذکر سے چونکہ طوالت کا اندیشہ ہے۔ اور اختصار کرنے سے مطلب کی کما حقہ وضاحت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے قارئین حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصل کتاب "الفقر فخری" کی طرف رجوع کریں اور لطائف ستہ نیز سلطان الاذکار کی حقیقت معلوم کریں۔ ذیل کے اذکار تفسیر حسینی سے اخذ کئے گئے ہیں:

(۱) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔

کا دائمی ورد اسرار غیبی سے واقف کرتا ہے۔ اور ہر آفت سے بچاتا ہے۔

(۲) سورۃ یٰسین (پارہ۲۲۔۲۳)

۴۱ مرتبہ گلاب اور زعفران سے سفید کاغذ پر لکھ کر پینے سے دل میں نورِ حق پیدا
اور غیبی اسرار ظاہر ہوں۔

(۳) سورۃ محمد (پارہ۲۶)

آبِ زم زم اور مشک سے لکھ کر پینے سے بفضلہٖ تعالیٰ عظمت و شان اور منصب
عالی حاصل ہو اور قاری کے قول کو فروغ اور قبولیت کا درجہ نصیب ہو۔

(۴) سورۃ الملک (پارہ۲۹)

یہ سورت ہر شب پڑھنے سے دولت دارین سے فائز المرام ہو۔ دل نورِ معرفت
سے منور ہو۔ حقیقت کا دروازہ کشادہ ہو اور یادِ حق سے کبھی غافل نہ ہو۔

(۵) سورۃ مزمل (پارہ۲۹)

اگر اس کی روزانہ تلاوت جاری رکھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے
مشرف ہو۔

(۶) سورۃ النبا (پارہ۳۰)

اس کی تلاوت سے چشم بصارت اور نورِ دل کی افزونی ہو۔ امام ربانی شیخ الشیوخ
شیخ خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سورہ کے پڑھنے والے پر علوم
مرتبت کے سبب شمس و قمر رشک کرتے ہیں۔

(۷) سورۃ البروج (پارہ۳۰)

روزانہ تین مرتبہ پڑھنے سے ستاروں کے بھید سے بخوبی واقفیت ہو۔

(۵) سورۃ القدر (پارہ۳۰)

ہر روز ۲۱ مرتبہ پڑھنے سے دیدار باری تعالیٰ ہو، قبر مثل گلزار ہو، سوتے وقت
پڑھنے سے دل وساوس سے پاک ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے بعد تین مرتبہ اس سورۃ

کے ورد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اذکار و اشغال کو بطور وظیفہ اختیار کرنے کے لئے چونکہ شیخ کامل کی رہنمائی کی ضرورت ہے اس لئے تذکرہ اشغال سے قبل بیعت کی اہمیت بیان کی جاتی ہے۔ رب تعالیٰ حق کہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

بیعت

علم لدنی کے حصول کا پہلا زینہ مرشد کامل کی بیعت ہے۔ جو مذہباً سنی' پابند شریعت اور صحیح المسلک ہو۔ اور کسی بزرگ کا مرید ہو۔ اور اسے رشد و ہدایت کے لئے اجازت و خلافت حاصل ہو۔

بیعت کا مطلب مرشد کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کرنا ہے۔ اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ بغیر بیعت کے دل کی کھیتی میں معرفت و ہدایت کا بیج بویا نہیں جا سکتا۔

جب علم ظاہر بغیر استاد کے حاصل کرنا مشکل ہے تو باطنی علم جو معرفت الٰہی کا ذریعہ اور اشرف العلوم ہے بغیر مرشد' رہنما اور استاد کے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟

اس راہ پر چلنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک ایسے راہبر کے ساتھ چلے جو اسے راستہ کے تمام خطرات سے آگاہ کرتا رہے۔ اور صراط مستقیم سے بھٹکنے نہ دے۔ اور اقوال و افعال و احوال میں اسے شریعت مصطفویٰ کی طرف ترغیب دیتا رہے۔ طالب کو چاہئے کہ ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کرے کیونکہ ظاہری پاکی باطنی پاکی کی دلیل ہے۔ ہر نماز تازہ وضو سے ادا کرے۔ اس لئے کہ نماز تمام عبادتوں کی اصل ہے۔ اور اکثر روزہ رکھے تاکہ بھوک و پیاس کی وجہ سے جو حرارت پیدا ہو۔ وہ اس چربی کو گداخت کر دے جو انواع و اقسام کی غذاؤں کے کھانے' کثرت سے سونے اور اللہ تعالیٰ سے غافل رہنے کی وجہ سے قلب طاہر کے گرد جمع ہو گئی ہے۔ اور یہ کہ راتوں کو بالخصوص رات کے تیسرے حصے میں ضرور شب بیدار رہے۔ کہ ایسا کرنا مستحب ہے اور شب بیداری اس راہ کی اہم مہمات میں اصل الاصول ہے۔ رات کے آخری حصے میں طہارت وغیرہ سے فارغ ہو کر وضو

کرے۔اور نماز تہجد (جس کی بارہ رکعتیں ہیں) اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھے۔اور دو دو رکعت کی نیت باندھے۔نماز سے فارغ ہو کر حضور قلب سے مناجات پڑھے اسی طرح روزانہ کرتا رہے۔اور ظاہر و باطن حق سبحانہ وتعالیٰ کو سمیع، بصیر اور علیم جانے اور امیدوار رہے کہ اللہ تعالیٰ کے انوار سمیعی وبصیری اور تجلیات علیمی وعلام الغیوبی سے اس کا دل متجلی ہو۔اور اس پر کشف والہام کے دروازے کھل جائیں اور علم باطن سے لبریز ہو جائے۔ (از کشف القلوب)

وہ اشغال کہ جن کے استعمال سے استعداد باطن (باطنی قوت) موجود بالفعل ہو جاتی ہے اور تجلیات ربانی کا مشاہدہ اور علم باطنی کا ادراک ومعائنہ ہونے لگتا ہے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جو حضرت خواجہ سید ابوالحسن احمد نوری قادری مارہروی الملقب بہ میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی کتاب ''کشف القلوب'' سے مختصراً نقل کئے گئے ہیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کسب (تصور شیخ) کو دیگر اکساب پر اس لئے تقدم (اولیت) حاصل ہے کہ یہ تمام کسبوں کا اصل الاصول ہے۔مرید کو چاہئے کہ تکمیل وعقید ومحبت کے بعد مرشد کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہو اور اکثر اوقات اس کا ذکر اچھے پیرائے میں کیا کرے اور جب موقع ملے پیر کے سامنے (اگر موجود ہو) دوزانوں بیٹھ کر اس کی صورت دیکھے۔پھر یہ خیال کرے کہ قلب میرا میرے مرشد کے دل کے نیچے لب بلب ملا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فیضان الٰہی اور انوار عرفانی، پیران عظام کی ارواح طیبہ کے ذریعہ سے سلسلہ بسلسلہ قلب مرشد میں پہنچتے ہیں۔وہی فیضان وانوار واسطہ قلب مرشد میرے قلب میں بھی اترتے ہیں۔اور اس کی برکت سے میرے دل کی سیاہی دور ہوتی اور اس میں ذکر الٰہی کی محبت پیدا ہوتی ہے اور یقین زائد ہوتا ہے اور دل تذکیہ وتصفیہ پاتا ہے۔اور سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر طرف سے بے تعلق ہو جاتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ مرید کی طرح تخیل میں خاموش بیٹھا ہوا ظاہری آنکھ سے پیر کی صورت دیکھتا رہے اور اگر خاموش بیٹھنے میں شیطانی خطرات دل میں آنے لگیں تو ان خطرات کو دفع

کرنے کے لئے دل کو ذکر اللہ اللہ میں مشغول کر دے اور مرشد کے دل کو فیضان و انوار الٰہی کا صرف ایک خاص توجہ کے ماتحت میرے حق میں دعا فرمائیں گے تو وہ میرے دل میں ان انوار و فیضان کے فائز ہونے کے باب میں قبول ہوں گی۔ اس لئے کہ پیر در حقیقت ان فیوض و انوار کا پہچاننے والا نہیں۔ اور نہ یہ فیوض و انوار اس کے قبضہ اختیار میں ہے۔ دراصل میرے قلب میں ان فیوض و انوار کا پہچاننے والا اللہ تعالیٰ ہے اور باقی سب محض آلہ و واسطہ ہیں۔

اور اگر مرشد نظروں سے غائب ہو یا اس جہاں سے رخصت ہو گیا ہو تو امور مذکورہ کے لزوم کے بعد کسی مقام پر تنہا بیٹھ کر آنکھیں بند کر لے۔ اور دو زانوں ہو کر شیخ کی صورت کا تصور کرے اور یہ سمجھے کہ اس کی صورت میرے سامنے موجود ہے اور یہ عقیدہ نہ کرے کہ وہ صورت حاضر و ناظر' ہمارے ہر حال سے واقف ہے۔ ایسا تصور بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ بلکہ شرک ہے۔ جب تصور میں مرشد کی صورت آ جائے تو پھر یہ تصور کرے کہ میرا قلب اس کے قلب سے ملا ہوا ہے وہ میرے قلب میں پہنچتے ہیں اور میرا دل ان فیوض و برکات سے کدورت نفسانی اور حواجس شیطانی سے صاف ہوتا ہے اور اس میں ازیاد محبت الٰہی اور ماسوی اللہ سے بے تعلقی پیدا ہوتی ہے۔ یہ تصور خوب مضبوط جمائے اور جب غائب ہو جائے تو پھر جمالے اور اس میں خوب متوجہ ہو کر مداومت اختیار کرے ایسا کرنے سے فیضان الٰہی کی جو برکت اس کے قلب میں آئے گی اور مرشد کی توجہ کامل پڑے گی تو آئینہ قلب ملوثات دنیاوی سے صاف ہو جائے گا اور استعداد باطنی (باطنی قوت) موجود بالفعل ہو جائے گی اور اس کے ذریعے سے عالم باطنی کا ادراک ہونے لگے گا اور تجلیات ربانی اور مشاہدہ جمال الٰہی سے استفادہ ہو گا۔''

وہ انوار ابتداء میں چمک چمک کر غائب ہو جایا کریں گے اور پھر جب تصور برزخ شیخ پر زیادہ ربط کیا جائے گا تو وہ انوار ظاہر ہو کر ٹھہرا کریں گے۔ مگر تھوڑی دیر ٹھہر کر چھپ جایا کریں گے۔ پہلی مرتبہ جو انوار ظاہر ہوں گے ان کو لوامع اور لوایح کہتے ہیں

اور دوسری مرتبہ ظاہر ہونے والے انوار کو طوالع' جب تصور برزخ شیخ خوب پکا ہو کر جم جائے تو ان انوار کا غائب ہونا موقوف ہوگا اور ہر وقت متجلی رہیں گے۔

لوامع اور لوائح جن کی اوپر وضاحت کی گئی ہے یہ انوار وضو اور نماز کی برکت سے ظاہر ہوں گے جو انوار' چراغ' شمع' مشعل' قندیل اور مشکوٰۃ یا ان کی مثل ظاہر ہوں وہ ولایت شیخ یا حضرت نبوت ﷺ سے ہوں گے جو انوار چاند' سورج اور ستاروں کی مانند ظاہر ہوں وہ روحانیت کے انوار ہوں گے ۔ جو سفید نور دائیں شانے سے ملا ہوا معلوم ہو کراما کاتبین کا نور ہوگا۔ جو نور دائیں طرف سے ظاہر ہو اور دائیں شانے سے علیحدہ ہو وہ مرشد کا نور ہوگا جو راہ باطن کا رفیق ہے۔ اور جو نور قبلہ کی سمت سے ظاہر ہو وہ نور روح پر فتوح حضرت رسول اللہ ﷺ کا ہوگا جو راہ ظاہر و باطن میں سالک کا رہنما ہے۔ اور جو نور بائیں شانے سے ملا ہو وہ نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کا ہوگا۔ اور جو نور بائیں طرف سے بائیں شانے سے علیحدہ ظاہر ہو اور اس کے ظہور سے دل کو دہشت معلوم ہو تو وہ نور ابلیس لعین کا ہوگا اس پر لاحول پڑھے تاکہ وہ غائب ہو جائے اور جو نور بلا جہت و طرف ظاہر ہو۔ اور اس کے غائب ہو جانے کے بعد حضوری و فرحتِ قلب حاصل ہو تو وہ نور حضرت صمدیت یعنی اللہ تعالیٰ کا نور ہوگا۔ جو نور سینہ سے یا ناف سے آگ یا دھویں کے رنگ کی طرف ظاہر ہو وہ خناس کا نور ہوگا اور جو نور سفید زردی مائل ماہتاب کی طرف دل سے ظاہر ہو وہ دل کا نور ہوگا اور نور سفید شفاف آفتاب کی مانند دل سے ظاہر ہو وہ روح کا نور ہوگا کہ دل میں متجلی ہے اور دل کا نور اسی سے روشن ہے۔

جب قوت باطنی مع حواس باطنی کھلنا شروع ہوگی تو سب سے پہلے باطنی آنکھ کھلے گی اور ایک روشنی سپیدہ صبح صادق کی طرح نظر آئے گی۔ جو پھیلنا شروع ہوگی یہاں تک کہ دن کی روشنی سے زیادہ پھیل کر منور معلوم ہوگی۔ اور یہ اشراق قلب ہے اس باطنی آنکھ کے ذریعہ سے سالک کو اپنے جسم کا اندرونی و بیرونی دکھائی دے گا۔ اور شیخ کی صورت میں مثالی جو تصور میں جمائی تھی اس وقت بہت اچھی کیفیت کے ساتھ دکھائی دے گی۔ یہاں تک کہ

اس کی اپنی صورت مرشد کی صورت میں متمثل ہو کر مشاہدہ کرنے لگے گی اور جو انوار قلب مرشد کے ذریعے سے اس کے دل میں فائز ہوتے تھے وہ بھی نور کے فوارے یا شعاع آفتاب کی طرح' بارش کے قطروں یا نسیم سحری کی مانند پہنچتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ بعد ازاں طرح طرح کے رنگ اور انوار ظاہر ہوں گے اور پھر مرشد کی صورت جو مکشوف ہوئی ہے رفتہ رفتہ مرید سے متکلم ہوگی اور کلام اس کا سنائی دے گا اور اس وقت قوت سماعت باطنی بھی کھل جائے گی۔

اہل قبور سے فیض حاصل کرنا

علم باطنی کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ اہل قبور سے توجہ لینے کا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ قبر مرشد کی ہے یا کسی اور کی۔ اس کا طریقہ وہی ہے جو تصور برزخ شیخ میں ذکر ہوا ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پشت اور صاحب مزار کی سمت اس کے سینہ کے مقابل منہ کر کے دوزانو یا چہار زانو ہو کر بیٹھے۔ اپنی آنکھوں کو بند کر لے اور دل کو تمام خطرات سے خالی کر کے یہ تصور کرے کہ میرا دل صاحب قبر کی روح جو آفتاب کی طرح روشن ہے کے نیچے اس سے ملا ہوا ہے اور جو فیضان و برکات الٰہی اس روح کو حاصل ہیں وہ اس کے ذریعہ سے میرے دل میں بارش کے قطروں یا نسیم سحری کی طرح پہنچ رہی ہیں۔ اور میرا دل ان فیوض و برکات کے اثر سے دنیاوی کدورتوں' نفسانی وسوسوں اور شیطانی سے صاف ہوتا ہے اور یاد خدا کی محبت اس میں سماتی ہے اس تصور میں بیٹھا رہے اگر خاموش رہنے میں لغو اور باطل خیالات آنے لگیں تو اللہ اللہ کا ذکر کرے تاکہ یہ خطرات دور ہوں اس تخیل میں ایسا غرق ہو جائے کہ کسی چیز کی خبر نہ رہے اس عمل کو چند روز تک کرتا رہے۔ ان شاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔

حضرت خواجہ سید ابوالحسن احمد نوری قادری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ ''کشف القلوب'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''اگر وہ روح (صاحب مزار کی) بانسبت ہوگی تو فیضان و برکات اس سے منتقل ہو کر طالب کے دل پر فائز ہوں گے۔ اور زندہ انسان کی توجہ دینے کی طرح

کیفیات پیدا ہوں گی اگر روح قادری نسبت رکھتی ہے تو اس کے فیضان سے گلاب کے پھول کی خوشبو پیدا ہوگی، عروج باطن حاصل ہوگا اور ملا اعلیٰ کی طرف روح کی پرواز میں ترقی ہوگی۔ اور انوار مکشوف ہوں گے اور اگر وہ روح نسبت چشتیہ سے فیضاب ہوگی تو اس کے فیضان سے کباب کی سی بو محسوس ہوگی اور ذوق وشوق پایا جائے گا۔ دل پر حرارت پہنچے گی آہ ونعرے سرزد ہوں گے اور کبھی رونا آئے گا اور کبھی ہنسی آئے گی۔ اور اگر اس روح کو سہروردی نسبت حاصل ہے تو کیفیات محویات طاری ہوں گی۔ سکوت پیدا ہوگا اور اس (روح) سے نسیم سحری کی طرف فیض طالب کے دل پر پہنچے گا۔ اور اگر وہ روح نسبت نقشبندیہ ابوالعالائیہ سے متعلق ہوگی تو اس کی کیفیتیں نقشبندیہ اور چشتیہ کے درمیان پائی جائیں گی۔ اور فیض باطنی کے طالب کے دل میں اس کی استعداد کے مطابق آنے لگے گا۔ جب وہ فیض آنے لگے گا تو پہلے دل کو ایک حرارت سی پہنچے گی اور ایک گونہ خوشی، بشاشت، اور فرحت قلب میں پیدا ہوگی۔ اور دل چاہے گا کہ اسی طرح توجہ ملتی رہے۔ اور استعداد باطنی (باطنی قوت) موجود بلفعل ہو کر توجہ لینے والے کا آئینہ قلب ایسا صاف ہو جائے گا کہ اس میں ملک ملکوت، جبروت دلاہوت کو مطالعہ کرنے لگے گا۔ اور اگر وہ روح نسبت نہ رکھتی ہوگی تو اس سے فیضان وبرکات منتقل نہ ہوں گی بلکہ قلب پر ایک خلجان پیدا ہوگا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحب مزار بانسبت تو ہوتا ہے مگر سالک کو اس کا فیض منتقل نہیں ہوتا۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں یہ نکات سالک کو عندالکسب و مجاہدہ مرشدوں سے معلوم ہو جائیں گے یہاں اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔"

ذکر کشف الروح

جو اوپر بیان ہو چکا ہے یہی طریقہ کشف الروح کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں جلسہ مذکور کے قاعدہ کے بعد پہلے اکیس بار یَا رَبُّ پڑھ کر یَا رُوْحُ الرُّوحِ کی ضرب دل پر اور یَا رُوْحُ مَاشَاءَ اللّٰہ آسمان کی طرف سر کو اونچا کر کے مارے اسی طرح پے درپے نزول و عروج کے ساتھ ایک ضرب کو دوسری ضرب کے ساتھ دونوں ضربوں کو پانچ سو بار لگائے۔

پھر قلب کو جمیع خطرات و وساوس سے خالی کر کے روح سے ربط دے تو روح اپنی کیفیات کے ساتھ مکشوف ہوگی۔

ذکر کشف قلب

کشف قلب کا ذکر اس طرح پر کیا جائے کہ سالک مربع بیٹھے۔ اور دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھے آنکھیں بند کر کے ان تین الفاظ ھا ھو ھی کا ورد اس طرح شروع کرے کہ ھا کی ضرب جہر سے دل پر مارے۔ اور ھو کی ضرب جہر سے سر پر مارے۔ اور ھی کی جہر سے ناف پر ضرب لگائے۔ پھر اسی طرح ھی کی ضرب ناف پر' ھو کی ضرب سر پر' اور ھا کی ضرب دل پر مارے۔ پھر اسی طرح ھا کی ضرب دل پر' ھو کی ضرب سر پر اور ھی کی ضرب ناف پر مارے۔ اسی طرح پے در پے عروج و نزول کے ساتھ یہ عمل روزانہ کرتا رہے۔ ان شاء اللہ قلب کھل جائے گا۔

مراقبہ

مولف کے شیخ طریقت' عالم علم الٰہی' مجدد تصوف' اعلیٰ حضرت امام السالکین الحاج حضرت خواجہ ابوالفیض سید قلندر علی شاہ قبلہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الفقر فخری'' میں مراقبہ کے متعلق پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ ذیل میں اسی طویل تحریر کا صرف خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

مراقبہ کے معنی ہیں انتظار کرنا' مگر اعمال تصوف یا اصطلاح فقراء میں گردن جھکا کر قلبی کوائف کے منتظر ہونے کا نام ہے بعض محققین نے اس کے معنی ایک دوسرے کو دیکھنے کے بھی کئے ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

اَنْ تَعْبُدُ اللّٰهِ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِن لَّمْ تَكُنْ تَرَاه فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ۔

''یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کہ گویا تو اس کو دیکھتا ہے۔ پس اگر تجھ کو اس کے دیکھ سکنے والی بات اور منزل حاصل نہ ہو تو اتنا ہی سمجھ کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔''

اس حدیث میں پہلا مقام (کہ تو اس کو دیکھتا ہے) مشاہدہ ہے اور دوسرا مقام مراقبہ' پس درویش کو ہروقت اسی کیفیت میں رہنا چاہیئے۔ کہ خدا مجھ کو دیکھتا ہے اور دوسرا مراقبہ' پس درویش کو ہروقت اسی کیفیت میں رہنا چاہیئے۔ کہ خدا مجھ کو دیکھتا ہے اور میں اسکو دیکھتا ہوں اگر اس حالت میں ہمیشگی نہ ہو سکے تو عبادت کے موقعات پر تو پابندی لازمی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ہر نماز و ذکر سے فارغ ہو کر مراقبہ کرنا درویش کی حقیقی فلاح کا موجب بن جاتا ہے۔ خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراقبہ کے طریق میں کوشش کرنے سے ملک ملکوت کے تصرف کرنے کے مرتبے تک پہنچ سکتے ہیں اور دلوں پر جھانکنا' مہربانی کی نگاہ سے دیکھنا' باطن کو روشن کر دینا۔ صرف مراقبہ کا کام ہے ہمیشہ مراقبہ کرنے سے تسلی خاطر اور دلوں کا قبول کرنا حاصل ہوا کرتا ہے۔

بعض حضرات نقشبندیہ فرماتے ہیں کہ اصل مراقبہ یہ ہے کہ طالب اپنے آپ کو عاجز اور محتاج سمجھ کر اس کی فیاض بارگاہ سے فیض کا انتظار کرے اور کسی لطیفہ پر آتا ہوا اس کو خیال کرے اور نگاہ دل کی ٹکٹکی ایسی بندھ جائے کہ جیسے بلی چوہے کے انتظار میں اس کے بل پر بغیر حس وحرکت بیٹھی ہے یا بگلا پانی کے کنارے مچھلی کے تصور میں ایسا محو وسہو ہو کر بیٹھتا ہے کہ اس کے جسم کی حرکت تو در کنار اسکی مژگاں کو بھی جنبش نہیں ہوتی اور نگاہ تک نہیں ہٹتی۔ اس مراقبہ کے لئے وہ یہ طریق ذکر کرتے ہیں کہ اول اپنے قلب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کے روبرو خیال کر کے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے کہ الٰہ العالمین تیری تجلائی افعال کا فیض جو قلب مبارک حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں پہنچا۔ وہ اس عاجز کے قلب میں بھی پہنچا اور اسی انتظار میں محو ہو جائے بفضلہٖ تعالیٰ مراقب پر یہ حالت طاری ہوگئی کہ وہ اپنے اوپر تمام جہان کے افعال کو اسی واحدہ لاشریک کا فعل جاننے لگے گا اور ماسوی اللہ کی محبت کا کوئی خطرہ بھی دل میں نہ آئے گا۔

قادری حضرات فرماتے ہیں کہ کوئی ایک آیت قرآنی یا اسم الحسنیٰ سے کوئی اسم سامنے رکھ کر زبان تصور سے پڑھے اور اس کے معنی کی طرف متوجہ ہو اور اس آیت واسم کے

مفہوم میں اس طرح مستغرق ہو کہ وہی حالت اس کے قلب پر ایسی طاری ہو کہ وہ خود معنی بن جائے اور اپنی خبر بھی نہ رہے اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم جل شانہ کو اپنے قلب میں خفیہ وظاہر باتوں اور باطن کے احوال کا پورا علم جاننا اور اپنے جمیع اعمال کے پورے اکتساب پر زبردست رقیب (نظر رکھنے والا) سمجھنا کیونکہ اسرار قلوب اس پر ایسے عیاں ہوتے ہیں جیسے نصف النہار کا سورج' بلکہ ہر ذرہ کی حرکت و حقیقت اس سے ہر لحظہ پوشیدہ نہیں۔"

الغرض مراقبہ بھی ایک ایسا راستہ ہے کہ جس پر چل کر سالک عرفان الٰہی کی منزل پر پہنچ جاتا ہے ملک ملکوت پر تصرف کرنے لگتا ہے۔ اسرار وقلوب اس پر منکشف ہوتے ہیں اور اسے عجائب وغرائب غیبیہ مشاہدہ میں آتے ہیں حضرت خواجہ مشکل کشا بہالدین نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "عارف باللہ جن اسباب وعلائق سے حق تعالیٰ کی راہ پاتا ہے ان میں سے ایک مراقبہ بھی ہے۔ جس کو اہل اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے یعنی مخلوق کی رویت کو بھول کر ہمیشہ خالق کی طرف دیکھنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ حضرات صوفیائے کرام اور اولیاء عظام ہر چہار سلسلہ نے اپنے اپنے طریق کار کے مطابق اقسام مراقبہ بیس سے زیادہ بیان فرمائے ہیں۔ تفصیل ملاحظہ کرنا مقصود ہو تو قارئین حضرات' حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصل کتاب "الفقر فخری" کی طرف رجوع فرمائیں۔

☆=☆=☆

وجد تواجد اور وجود

حصول علم لدنی (علم الٰہی) کے اسباب میں وجد' تواجد اور وجود بھی ہے۔ یہ مسرت وشادمانی اور رنج وملال کی کیفیات کے نام ہیں جن کا نزول اللہ جل شانہٗ کی طرف سے قلوب پر ہوتا ہے۔

وجد دو طرح کا ہوتا ہے اول وہ جو بالمشاہدہ اور دوسرا جو بلا مشاہدہ ہو جو مشاہدہ سے خالی ہو۔ وہ قطعاً کذب و دروغ ہوتا ہے اور جو مشاہدہ کے ساتھ ہو تو وہ ارواح کی پاکیزگی اور ان کی لطافت کی دلیل ہے۔ مطلب یہ کہ جن کی روحیں پاکیزہ اور لطیف ہوتی ہیں انہیں وجد بالمشاہدہ ہوگا۔ اور وہ سچا ہوگا اور جن کی ارواح کو یہ درجہ حاصل نہیں ان کو وجد بغیر مشاہدہ کے ہوگا۔ اور وہ جھوٹا اور بے حقیقت ہوگا حضرت صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز ''الفقر فخری'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''بزرگانِ طریقت نے فرمایا ہے کہ وجد کی ابتداء حجابات کا اٹھ جانا۔ تجلیات حق کا مشاہدہ کرنا' فہم کا حاضر ہونا' اسرار غیب کا ملاحظہ اور گم گشتگی و تنہائی کو پسند کرتا ہے۔ وجد کی شرط یہ ہے کہ اِس کے سبب سے اوصاف بشریت منقطع ہو جائیں۔ اور جس وجد میں بشریت کا فقدان حاصل نہ ہوا ہو۔ حقیقت میں وہ وجد وجد نہیں ہے'' حضور اقدس قبلہ دارین سید و مرشدی ''وجود'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''وجود کے تین معنی ہیں اول وجود علم لدنی (علم لدنی کا پانا) جیسے علم شواہد قطع ہو جائیں اور مکاشفہ حاصل ہو جائے۔ دوئم وجود حق (صحیح لدنی پالینا) جس سے پھر انقطاع نہ ہو سکے۔ سوئم وجود سر' جب بندہ کو مکاشفہ جمال حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں سکر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی روح میں خوشی پیدا ہو جاتی ہے اور سر ظاہر ہوتا ہے۔

استخارہ

استخارہ بھی ایک طریقہ ہے جس سے باطنی علوم حاصل ہوتے ہیں۔ اور مغیات کشف ہوتے ہیں۔

☆...... حضرت مخدوم خواجہ گنج بخش علی الہجویری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ استخارہ کی تعریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ان آداب کی نگہداشت ہے جس کا اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروؤں کو اس نے حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے:

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط

''جب تو قرآن پڑھنے لگے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کر۔''

(پارہ ۱۴ سورۃ النحل: آیت ۹۸)

استعاذہ (شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگنا) استعانت (ہر بات میں اللہ کی مدد چاہنا) اور استخارہ (اللہ سے خیر طلب کرنا) سب کے معنی طلب خیر کرنا اور اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔ اور طرح طرح کی آفتوں سے نجات پانا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جس طرح قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اسی طرح استخارہ کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ جب بندہ جانتا ہے کہ تمام کی بہتری اس کے کسب اور اس کی تدبیر پر موقوف نہیں۔ تو اس سے مدد مانگنے کے سوائے اور کیا چارہ کار ہوسکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمام کاموں میں بندہ اللہ سے استخارہ کیا کرے تاکہ وہ اس خسارہ سے محفوظ رکھے۔

بعض اوقات بندہ اپنے لئے وہ پسند کرتا ہے۔ جو اس کے لئے خدا کے علم کے مطابق مضر ہوتا ہے اور کبھی بندہ کسی چیز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ حالانکہ وہی چیز اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔

☆...... رب تعالیٰ فرماتے ہیں

وَ عَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۔

''اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ (پارہ ۲ سورۃ بقر آیت ۲۱۶)

اس لئے بندہ کو لازم ہے کہ نفس امارہ اور شیطانی شر سے محفوظ رہے اور خسارہ و خلل اور آفات سے بچنے کے لئے اپنے معاملات کے لئے ہر طرح نفع بخش ہو۔ یہ جو کچھ بھی استخارہ کے ذریعہ معلوم ہوگا یہ علم باطنی یعنی علم الٰی ہوگا۔ جو رب تعالیٰ نے اپنے بندے کو سکھایا۔ قرآن اصطلاح میں اس کا نام علم لدنی ہے۔

استخارہ کئی طریقوں سے کیا جاتا ہے اور ایک طریقہ بذریعہ نماز ہے۔ جسے نماز استخارہ کہا جاتا ہے اس کی دو رکعتیں ہیں جب کوئی مہم پیش آئے اور اس کے کرنے اور نہ کرنے میں متردد ہو تو تازہ وضو کر کے اس طرح دو رکعت پڑھنا چاہئے۔ اول رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری میں قل اللہ احد پڑھے ختم نماز یہ دعا پڑھے۔ اور اس کے اول و آخر ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ درود شریف پڑھے۔

دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ؕ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَدُنْيَایَ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْ وَلِيَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَ دُنْيَایَ وَ عَاقِبَةِ

اَمرِیْ فَاصْرِنہُ عنِّی واصرِفنِیْ عَنہُ وَاقْدُرلِیَ الْخَیرَ حَیثُ کَانَ

ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔

"اے اللہ تحقیق میں تجھ سے بھلائی مانگتا ہوں تیرے علم کے ساتھ اور قدرت مانگتا ہوں تیری قدرت کے ساتھ، اور تیرا بڑا فضل مانگتا ہوں، بیشک تو قادر ہے۔ اور میں قادر نہیں ہوں اور تو جانتا ہے میں نہیں جانتا ہوں۔ اور تو بہت جاننے والا ہی چھپی باتوں کا۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے اس کام کو اچھا میرے لئے دین اور میرے دنیا میں اور میرے انجام کار میں تو اس کو مقدر کر میرے لئے اور اس کو میرے لئے آسان کر، پھر اس میں میرے لئے برکت دے۔ اور اگر تو جانتا ہے اس کام کو برا، میرے لئے دین اور دنیا میری میں اور میرے انجام کار میں تو پھیر دے اس کو مجھ سے اور مجھ کو اس سے۔ اور مقدر کر میری واسطے بھلائی، جہاں ہو۔ پھر مجھ کو اس کے ساتھ راضی کر دے۔"

جب دعا میں ھذ االامر کے الفاظ ادا کرے تو اس وقت دل میں اپنے کام کو یاد کر لے یا زبان سے ھذ االامر کے بجائے اپنا مدعا بیان کرے۔ بہتر یہ ہے کہ سات رات یہ استخارہ کرلے، پھر جو دل میں غیب سے القا ہو اسی میں بہتری ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ اس دعا کو پڑھ کر باوضو قبلہ رخ ہو کر سو جائے۔ اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھے کہ اس میں بہتری ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو اس کام میں بھلائی نہیں۔ (رکن دین)

مؤلف کے والد بزرگوار شیخ طریقت حضرت علامہ سید جلال الدین المتخلص بہ جلال چشتی کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے سورۃ التکاثر پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ یہ سورۃ مبارکہ تیسویں پارہ میں ہے۔ عوام کی آسانی کے لئے درج ذیل ہے:

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۝ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّھَا عَیْنَ الْیَقِیْنَ ۝ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۝ (پارہ ۳۰: سورۃ التکاثر)

یہ سورۃ مبارکہ باوضو بوقت شب بستر پر پڑھتا پڑھتا سو جائے ان شاء اللہ حسب دل خواہ کامیابی ہوگی۔

محبت وعشق

حصول علم لدنی کے جو جو طریقے بیان ہوئے ہیں ان کی کامیابی کا انحصار محبت وعشق الٰہی پر ہے جتنا جس کو اللہ تعالیٰ سے لگاؤ ہوگا اتنا ہی اس کو القاوالہام کے ذریعہ سے علم الٰہی حاصل ہوگا اور مغیبات کا کشف ہوگا۔ اور باری تعالیٰ عز اسمہ کے مقرب بندوں میں شمار ہوگا۔

محبت وعشق الٰہی، محبت عشق مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر منحصر ہے اور محبت عشق مصطفیٰ ﷺ کا دارومدار آپ کی اتباع اور سنت کی پیروی پر ہے۔

☆...... اللہ کریم جل مجدہ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

"کہ دے اے محبوب اگر تم اللہ کو دوست رکھنے والے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا"۔ (پارہ ۳ سورۂ آل عمران: آیت ۳۱)

اس آیہ کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دعویٰ اتباع مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے ہی صحیح ثابت ہوسکتا ہے اور یہی طریقہ رب تعالیٰ کا محبوب بننے کا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس مفہوم کو یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ کہ جو اللہ کا دوست بننا چاہتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی اپنے اوپر لازم کرلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اختیار کرنے سے حضور اکرم ﷺ سے محبت بڑھتی چلی جائے گی اور یہی محبت رب تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ بن جائے گی۔ اور اس طرح مصطفیٰ ﷺ کو محبت رکھنے والا خدا کا محبوب بن جائے گا۔ اور اس کا دعویٰ محبت الٰہی درست ہوگا۔

☆...... علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوت قلب و جگر گرد و نبی   از خدا محبوب تر گرد و نبی

رسول اللہ ﷺ کی محبت جس قلب وجگر کی قوت بن جاتی ہے تو اس وقت آپ عاشق کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھ کر محبوب بن جاتے ہیں۔ ایمان والوں کی علامت قرآن حکیم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں لیکن قرآن

ہی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محبت خدا کا دعویٰ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے۔
اس لئے حضرت اقبال علیہ الرحمۃ کا ''از خدا محبوب تر گردو نبی'' کہنا بجا اور درست ہے اہل محبت نبی علیہ السلام کو اس لئے ہر شے سے بڑھ کر محبوب رکھتے ہیں کہ ان کی محبت حصول محبت خدا کا واحد راستہ ہے۔

☆...... حدیث شریف میں مذکور ہے کہ

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (رسول اللہ ﷺ) تمہارے نزدیک تمہارے ماں باپ، اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''

پس اس میدان میں عشق محبت مصطفیٰ علیہ السلام اصل الاصول ہے۔

☆...... حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان است	بحر و بر در گوشہ دامان است
سوز صدیق و علی از حق طلب	زرہ عشق نبی از حق طلب
روح راجز عشق او آرام نیست	عشق او روزیست کورا شام نیست

عشق کی حقیت کیا ہے؟ اور عشق کسے کہتے ہیں؟ اس کے متعلق صوفیائے کرام کے بہت سے اقوال ہیں۔ جن کا خلاصہ عارف باللہ مخدوم حضرت خواجہ علی الہجویری ثم لاہور المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''کشف المحجوب'' سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

''مشائخ طریقت کے ایک گروہ نے بندہ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے عشق کو جائز رکھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے عشق کو جائز نہیں رکھا اور یوں کہا کہ عشق اپنے محبوب سے روکنے کی ایک صفت ہے اور بندہ حق تعالیٰ کے ملنے سے روکا گیا ہے اور حق تعالیٰ کو بندے سے ملنے کے لئے نہیں روکا گیا ہے۔ پس بندہ پر اللہ تعالیٰ کا عشق جائز نہیں کیونکہ عشق حد سے تجاوز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ محدود نہیں اور پھر

متاخرین نے کہا ہے کہ عشق دونوں جہان میں حق تعالیٰ کی ذات کے ادراک کے طالب کے سوا کسی اور کے لئے درست نہیں اور ادراک اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچنے سے عاجز لہٰذا اس کے ساتھ محبت و اخلاص درست ہے عشق درست نہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عشق سوائے معائنہ (۔ آنکھ سے دیکھنے کے) ممکن نہیں اور محبت سننے سے جائز ہے۔ اور چونکہ عشق نظر سے ہوتا ہے اس لئے اس کا اطلاق حق تعالیٰ پر روا نہیں کیونکہ دنیا میں اس کو کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا۔"

مولف یہ گزارش کرتا ہے کہ بے شک عشق سوائے معائنہ کے ممکن نہیں اور یہ کہ دنیا میں اس کو کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا مگر عاشق ہی کو دیکھنے کی آرزو ضرور رکھتا ہے۔ اگرچہ آنکھ سے اسے دیکھ نہیں سکتا۔ تاہم مظاہر قدرت کو آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان میں سے اس کی صفات کو معائنہ کرتا ہے۔ صفت کا دیکھنا اگرچہ ذات کے دیکھنے کے برابر نہیں مگر صفت کا تعلق چونکہ ذات سے ہے اس لئے یہ غلط نہیں ہوگا کہ صفت ذات ہی کا ایک پرتو ہے اور ان صفات ہی سے اس کی ذات کا احساس ہوتا ہے پس صفات کے آئینہ میں عاشق اس کی ذات کو دیکھنے کی تمنا میں اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس جدوجہد میں کوئی کسر باقی اٹھا نہیں رکھتا۔ اب یہ محبوب کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو صفات کا پردہ اٹھا کر وہ اپنی ذات کا معائنہ کرا دے یا پھر محبوب کو اسی تگ و دو میں لگا رہنے دے حتیٰ کہ وہ وقت آجائے کہ محبوب تمام حجاب اٹھا کر اپنے جمال ذات سے اسے سرفراز فرمائے۔

عشق حقیقی کی شناخت

سلطان العارفین حضرت مولانا خواجہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ عاشق کی شناخت کے بارے میں فرماتے ہیں:

عاشقی راشش نشان است اے پسر — آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پرسند سہ دیگر کدام — کم خوردن کم گفتن و خفتن حرام
عاشقی پیداست از زاری دل — نیست بیماری چو بیماری دل

"اے بیٹے، عشق حقیقی کی چھ علامتیں ہیں، مریض عشق بات بات پر سرد آہیں بھرتا ہے۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ اور اس کی آنکھوں سے اشک رواں رہتے ہیں۔ اس کی خوراک برائے نام ہوتی ہے۔ وہ بہت کم باتیں کرتا ہے۔ اور اس پر نیند حرام ہوتی ہے، عشق کا اظہار دل کی گریہ وزاری سے ہوتا ہے اور دل کی بیماری کے برابر کوئی بیماری نہیں۔"

عشق حقیقی کا نتیجہ

علت عاشق علتہا جدا است　　　عشق اضطراب الاسرار خدا است

"عاشق کی بیماری تمام بیماریوں سے بالکل الگ تھلگ ہے اور عشق اسرار الٰہی کا ایک اصطرلاب ہے"۔

☆...... مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نقشبندی مجددی اصطرلاب کی شرح میں فرماتے ہیں:

"علم اصطرلاب ایک علم کا نام ہے۔ جس سے سورج کی بلندی اور ستاروں کی گردش وغیرہ کا حال معلوم کرتے ہیں۔ نیز ایک خاص صورت کا آلہ ہوتا ہے جس کی مدد سے ان امور کا انکشاف ہوتا ہے اسی کو بھی اصطرلاب کہتے ہیں۔"

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ عشق کو ایسا اصطرلاب (آلہ) قرار دیتے ہیں کہ اس کے ذریعے اسرار الٰہی اور خفیہ بھید منکشف ہوتے ہیں اور ملکوت السموات والارض کی حقیقتیں بے نقاب ہوتی ہیں۔ بلکہ عاشق عشق الٰہی کی وجہ سے ایک ایسا اصطرلاب بن جاتا ہے کہ اس سے معرفت الٰہیہ کے سربستہ رازوں کا انکشاف ہونے لگتا ہے۔

یہ انکشافات جس علم کے تحت ہوتے ہیں اسے علم لدنی کہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سکھائے بغیر سیکھا نہیں جاتا۔

علم آں باید کہ آید از خدا　　　در درون انبیاء و اولیاء

☆=☆=☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مثنوی

(ازمولف)

حمد ونعت

نیست ممکن ازبشر حمد خدا — ہرچہ گوید ،حق بودازآں د
ہر کہ از سر تاپا باشد اسیر — از زبانش کے بودوصف قد
اے خدا برمصطفٰے صدہا درود — ازوجودش عالم آمد در وجو
پیکر خاکی چہ داندشان نور — عقل انسانی نداردایں شعو
کن کرم بر حال زارم اے کریم — من خطا کار و اثیم و تو رحی
از پئے روح نبی ﷺ اے ذوالجلال — درود عالم دور دارازمن زوال

درمدح شیخ

روبہ پیش اولیاء بااعتقاد — تاشوری اززمرہ عال نژا
دروجود اولیا کن غور و فکر — تا بینی .از نظر اثمار ذک
اولیاء بستند . نور کبریا — خاک پائے شاں ثمر خاک ش
دامن مرد قلندر رابگیر — تارسد در دست تو دست قد
آں قلند عکس روی مصطفٰے — پر تو شمع علی المرتضٰ
آں قلندر تاج فرق اصفیاء — آں قلندر مقتدائے اولیا
آں قلندر قطب وقت و غوث وقت — صاحب ملک ولایت تاج و تخت
اہل دنیا ' اہل دیں رابد امام — آں قلندر عاشق خیرالانا
زندہ شد از وے جہان سہرورد — یافت نزہت بوستان سہرورد
آں قلندر نائب شیخ شہاب — درتصوف بودمثل آفتاب
تابش او ذرہ را دردانہ کرد — خاک را رفعت شاہانہ کرد

آں قلندر مرشد من پیر من — شدوجودش درهم اکسیر من
شداز و جاری فیوض قادری — سربه خم برآستانش قاهری
چشتیاں ہم از وجودش بہره مند — آں قلندر داشت بخت ارجمند
از تنش بارید فیض نقشبند — یافت مقصد ہر گدائے مستمند
پیرمن پیدا از خاک اکسیر کرد — ظاہراز ظلمت کده تنویر کرد
ایں ریاض ہر گز نہ دلہارا خرید — تانہ شد مرد قلندر را مرید

عشق

ہر کہ او راعشق آمد رہنما — او رسید از ابتدا تا انتہا
عشق بردار حجاب از چشم دل — نقشہا آید نظر درآب وگل
ں فروز وعشق در دلہا چراغ — تشنہ کا ماں را دید درایاغ
ساز دل از عشق متحرک شود — نغمہایش از شکر شیریں بود
شق چہ بود؟ از سر خود تاختن — چشم را ازدید دنیا دوختن
شق چہ بود؟ از خود تاختن — وز جہاں رفتن، بحق واصل شدن
ادباش اے عشق قربانت شوم — دین و دنیا را فدائے تو کنم
غیاث اے عشق کن دارئی ما — ازنگاه لطف بنگر سوئی ما
زنگاه من ضیاء حق بتاب — ذره را از فیض اوکن آفتاب
ن غریبم، عشق تو سرمایہ دار — حاجت، ایں مفلس ومسکیں برآر
ورت این بے نواحاضر شده — سوئے دست لطف تو ناظر شده
ورت واپس مکن محتاج را — قوت شاہیں بده دراج را
ر شیطان غالب آمد المدد — عشق! ہستی مظہر نصر صمد
شترآں دل دردی سازوساز عشق — بشنود ہر دم لطفش راز عشق
ش الفت بیا قلم بسوز — شمع نورت دردی روشن کن چوروز
لہ در نار محبت کشتہ شد — ازہمہ ست و بحق پیوستہ شد
درگوشش فتد آواز عشق — در درونش می سراید ساز عشق

قصیدہ معراجیہ

حطیمِ کعبہ میں لیٹے ہیں سرورِ عالم وہ فخرِ حضرتِ حوا وہ نازشِ آدم
وہ پیشوائے زمانہ وہ ہادیِ اکرم وہ ماہتابِ نبوت وہ نیّرِ اعظم
شعاعیں نور کی اٹھتی ہیں فرش سے پیہم
جنھیں فلک کے ستارے سلام کہتے ہیں

پیامِ حق لئے آتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام براق ساتھ ہے جس کا نہیں ہے کوئی مثیل
ادب سے جھک کے یہ کہتے ہیں اے حبیب و خلیل تو وہ ہے تجھ پہ نبوت کی ہو چکی تکمیل
تجھے بلاتا ہے عرشِ علی پہ ربِّ جلیل
بلندیوں کے نظارے سلام کہتے ہیں

ہوا ہے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح سے ظہور، کہ جیسے ڈھانپ لے تاریکیوں کو مشعلِ نور
اُٹھی نگاہ جدھر ہے اُدھر ہی جلوۂ طور جہاں کی ظلمتیں اِک آن میں ہوئیں کافور
نقابِ رُخ جو اُٹھاتے کبھی کبھی ہیں حضور
تو نور والے اشارے سلام کہتے ہیں

رکاب پکڑے چلے جا رہے ہیں جبرائیل علیہ السلام لگام تھامے بڑھے جا رہے ہیں میکائیل علیہ السلام
عقب میں حاشیہ بردار خود ہیں اسرافیل علیہ السلام ہے دائیں بائیں فرشتوں کا ایک غولِ جمیل
اُٹھائے ہاتھ میں ہر ایک نور کی قندیل
رسولِ پاک کو سارے سلام کہتے ہیں

حرم سے نکلے تو اقصیٰ میں جا قیام کیا مسافرِ رہِ اسریٰ نے کیا مقام کیا
تمام نبیوں نے بڑھ کر انہیں سلام کیا بنے وہ مقتدی اور آپ کو امام کیا
سلام پھیرا تو ہر اک نے یوں کلام کیا
اے عرب کے چاند یہ تارے سلام کہتے ہیں

سریرِ عرش پہ جس دم شہِ عرب پہنچے خدا کے خاص پیمبر حبیبِ رب پہنچے

نجاتِ امتِ عاصی کی لے طلب پہنچے　لقائے حق کی تمنا لئے وہ جب پہنچے

اُٹھے حجاب ندا آئی کیا عجب پہنچے

تمہیں یہ جلوے ہمارے سلام کہتے ہیں

گزر مقامِ دنیٰ پر جو مصطفےٰ کا ہوا　تو اُذنُ مِنّی کی آتی تھی ہر قدم پہ صدا

قدم میں آپ کے تیزی تھی برق سے بھی سوا　بڑھے حضور یہاں تک کہ فاصلہ نہ رہا

مقامِ قرب میں پہنچے تو خود خدا نے کہا

یہ لامکاں کے نظارے سلام کہتے ہیں

رُکے جو سدرہ پہ جبریل شہ نے فرمایا　بڑھو کہ رُکنا تمہارا ہمیں نہیں بھایا

کیا یہ عرض ملا کس کو آپ ساپایا　یہاں سے بڑھنے کا موقع مجھے نہیں آیا

حضور کو تو خدا نے ہے آپ بلوایا

وصالِ حق کے اشارے سلام کہتے ہیں

رکا براق تو حاضر ہوا وہیں رفرف　زہے عروجِ محمد زہے یہ عزّ و شرف

حضور پہنچے وہاں تھی جہاں نہ جہت و طرف　ہوئی جو وحی سنی آپ نے حرف بہ حرف

عجب نظارا ہے محبوبِ کبریا کی طرف

اُفق سے نور کے دھارے سلام کہتے ہیں

نبی پاک سے کیں حق نے راز کی باتیں　سُنیں بٹھا کے محبت سے ناز کی باتیں

تمام کہدیں نشیب و فراز کی باتیں　ریاض پوچھ نہ کچھ بے نیاز کی باتیں

اس ایک بات پہ تھیں ختم ناز کی باتیں

سنو! کہ ہم تمہیں پیارے سلام کہتے ہیں

☆☆☆

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی فضل و کرم سے ایوانِ حمد و نعت و منقبت سہروردیہ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل "کلامِ ریاض" اور "دیوانِ ریاض" کے بعد پیر و مرشد امامِ انقلاب نعت، لسانِ حسان حضرت علامہ مولانا سیّد محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف کے موضوع پر معرکۃ الآراء تصنیف "علم لدنی" کو عوام الناس تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ میں اس سلسلے میں ایوان کے سرپرست عالمی شہرت یافتہ ثناء خوان، سفیرِ سلسلہ سہروردیہ پیر الحاج قاری سید محمد فصیح الدین سہروردی اور آپ کے لختِ جگر گلِ ریاض رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ماہتاب سہروردیہ الحاج صاحبزادہ سید محمد زین العابدین سہروردی کا بے حد مشکور ہوں جن کی ذاتی کوششوں اور بھرپور تعاون سے ہمیں "علم لدنی" جیسی شاہکار تصنیف کو عشاقانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کا شرف حاصل ہوا میں ایوان کے جملہ اراکین اور حضرت کرماں والا بک شاپ کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے اس کارِ خیر میں ہمارا ساتھ دیا۔

آخر میں میری اللہ رب العزت سے یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیر و مرشد امامِ انقلاب نعت، لسانِ حسان حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کو بلند و بالا فرمائے اور ہمیں اور ہماری اولاد بالخصوص سید محمد فیصل شاہ سہروردی، سید عادل شاہ سہروردی، سید محمد شاہ سہروردی، سید احمد جہاں سہروردی، محمد عبداللہ سہروردی، محمد زین العابدین سہروردی، محمد وودود علی سہروردی، محمد شمائل سہروردی، شبیر حسین سہروردی، محمد احمد سہروردی اور دیگر کو اس سے مستفید فرمائے اور ہمیں امام انقلاب نعت حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعاؤں کا طالب

سیّد محمد سلیم شاہ سہروردی الحسینی

صدر ایوانِ حمد و نعت و منقبت سہروردیہ فاؤنڈیشن انٹرنیشنل لاہور

☆=☆=☆